

# Globethics Repository

The logo for Globethics, featuring the word "Globethics" in white sans-serif font on a blue rectangular background.

## Lafz bi'at ka itlaq 2

This page was generated automatically upon download from the Globethics Repository. More information on Globethics see <https://www.globethics.net>. Data and content policy of Globethics Repository see <https://repository.globethics.net/pages/policy>.

Item Type	Book
Authors	Al-Qodiri, Muhammad Thohir
Publisher	Manshurat Minhaj al-Quran
Rights	With permission of the license/copyright holder
Download date	2026-07-06 03:09:03
Link to Item	<a href="http://hdl.handle.net/20.500.12424/186320">http://hdl.handle.net/20.500.12424/186320</a>

فصل سوم

## تصور بدعت اور چند عصری نظائر و واقعات

۱۔ اسلامی حکومت کے قیام کا مسئلہ

۲۔ پختہ مساجد کی تعمیر کا مسئلہ

۳۔ قرآن کا ترجمہ و تفسیر

۴۔ دینی علوم و فنون کی تنظیم و تدوین

www.MinhajBooks.com



www.MinhajBooks.com

دینِ اسلام میں حکمت و مصلحت وہ دائمی اصول ہے جو اسے زمانوں اور معاشروں کے بدلتے ہوئے حالات اور زندگی کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھتا ہے اور ان کی تکمیل کے ذریعے معاشرے کو ابداً بابت تک متحرک اور تسلسل عطا کرتا ہے، اسی اصول کے باعث اسلامی نظامِ حیات میں جمود پیدا نہیں ہونے پاتا۔ یہی اصولِ اسلامی احکام کی دائمی اور متحرک عملیت اور لایزال مطابقت برقرار رکھتا ہے جس سے اس نظام کی تازگی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ اس ضمن میں تصورِ بدعت کی مزید تفہیم کے لیے چند شہادتیں عصری نظائر و واقعات کے تناظر میں پیش کی جاتی ہیں تاکہ یہ واضح کیا جاسکے کہ اسلام عصری ضروریات و حالات کی رعایت کرتے ہوئے قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کی حاجات کی کفایت کرتا ہے۔

## ۱۔ اسلامی حکومت کے قیام کا مسئلہ

شریعت نے اس امر کو تو ضروری قرار دیا کہ مسلمانوں کی نمائندہ حکومت ہونا چاہئے لیکن اس کا انتخاب کس طرح ہو، حکومت کی تشکیل کس نظام کے تحت کی جائے، اس کے ادارے کس طرح وجود میں آئیں اور پھر ان میں اختیارات کی تقسیم کس اسلوب پر ہو؟ ان تفصیلات کے متعلق بالعموم شریعت نے خاموشی اختیار کی ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان ریاست اپنی صوابدید کے مطابق جو نظام ضروری سمجھے اسے اختیار کرنے کی مجاز ہے۔

اسی طرح طرزِ انتخابات کی طرح طرزِ حکومت کو بھی اُمت کی اجتماعی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ آپ وفاقی نظام حکومت قائم کریں یا وحدانی، پارلیمانی طرز کا نظام نافذ کریں یا صدارتی، اس کو خلافت کا نام دیں یا امارت کا، اسلام اور شریعتِ محمدی ﷺ کو

اس سے کوئی سروکار نہیں اگر نظام حکومت اسلامی قواعد مشاورت کے مطابق ہے تو وہ اسلامی ہے ورنہ غیر اسلامی، خواہ زمام اقتدار انتہائی مذہبی طبقے کے ہاتھ میں ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام میں چونکہ کوئی خاص طرز حکومت متعین نہیں ہے لہذا حضور نبی اکرم ﷺ نے اس اُمت میں ظہور پذیر ہونے والی مختلف حکومتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اول هذا الامر نبوة و رحمة ثم يكون خلافة و رحمة ثم يكون ملكا و رحمة ثم يكون امانة و رحمة ثم يتكادمون عليها تكادام الحمير فعليكم بالجهاد و ان افضل جهادكم الرباط و ان افضل رباطكم عسقلان۔<sup>(۱)</sup>

”اس دین کا اول نبوت اور رحمت ہے، پھر خلافت اور رحمت ہے، پھر ملوکیت اور رحمت ہے، پھر امارت اور رحمت ہے، پھر لوگ گدھوں کی طرح حکومت کو دانتوں سے کاٹیں گے، اس وقت تم پر جہاد لازم ہے اور تمہارا سب سے افضل جہاد سرحدوں کی نگرانی ہے اور تمہاری سب سے افضل سرحد عسقلان (۲) ہے۔“

اسی طرح آپ ﷺ نے اس اُمت میں برسر اقتدار آنے والے مختلف حکمرانوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

سيكون من بعدى خلفاء و من بعد الخلفاء أمراء و من بعد الأمراء ملوك و من بعد الملوك جبابرة ثم يخرج رجل من اهل بيتي يملك الأرض عدلا كما ملئت جوراً ثم يؤمر القحطاني فوالذي

(۱) ۱- طبرانی، المعجم الكبير، ۱۱: ۴۳، رقم: ۱۱۱۳۸

۲- ہبشمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۹۰

(۲) قدیم فلسطین کبریٰ کا ایک شہر جو کہ صلیبی جنگوں میں ایک اہم عسکری مقام تھا۔

(المنجد في الأعلام: ۳۷۴)

بعثنی بالحق ما هو دونہ۔<sup>(۱)</sup>

”حضور ﷺ نے فرمایا عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے اور خلفاء کے بعد امراء ہوں گے، امراء کے بعد ملوک ہوں گے اور ملوک کے بعد جابر حکمران ہوں گے پھر میرے اہل بیت میں سے ایک ایسا شخص آئے گا جو زمین کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ اس سے قبل ظلم و ستم سے بھری ہوگی۔“

حضور نبی اکرم ﷺ کے ان فرامین سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام میں کسی خاص قسم کی حکومت متعین نہیں بلکہ بدلتے ہوئے حالات و زمانہ کے مطابق اس میں تبدیلی اور ترمیم بھی ہو سکتی ہے۔

## ۲۔ پختہ مساجد کی تعمیر کا مسئلہ

اسلام کے دورِ اوائل میں پختہ مکانات بنانا ناپسند خیال کیا جاتا تھا لہذا مسجد کو بھی پختہ بنانا ناجائز تصور کیا جاتا رہا۔ اسی طرح دورِ نبوی میں مسجد کے محراب کا بھی رواج نہیں تھا۔ علامہ نور الدین سمهودی<sup>(۱)</sup> (۹۱۱ھ) ”وفاء الوفاء“ میں ذکر کرتے ہیں کہ مساجد کے محراب حضور ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں نہ تھے بلکہ سب سے پہلے اسے عمر بن عبدالعزیز<sup>(۲)</sup> نے بنوایا۔ پھر جب اسلامی سلطنت کی حدیں شرق و غرب تک

(۱) ۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۵: ۱۹۰

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۲: ۳۷۴، رقم: ۹۳۷

۳۔ دیلمی، الفردوس بما ثور الخطاب، ۵: ۴۵۶، رقم: ۸۷۳۱

۴۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۳: ۲۱۴

۵۔ ابن ابی حاتم الرازی، الجرح والتعديل، ۲: ۴۹۴، رقم: ۲۰۲۹

(۲) ۱۔ سمهودی، وفاء الوفاء، ۱۰: ۳۷۲

۲۔ عبدالحمیٰ لکھنوی، فتاویٰ، ۱۰: ۱۰۸

پھیل گئیں، تہذیب و ثقافت اور رہن سہن کے طریقوں میں تبدیلیاں آ گئیں، لوگوں نے اپنی رہائش کے لئے بڑے بڑے کسادہ اور پختہ مکانات بنانا شروع کر دیئے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کے دور حکومت اور مابعد اسلامی مملکت کے جاہ و جلال کے دور میں مسلمانوں نے عالی شان محلات تعمیر کرنا شروع کر دیئے تو علماء اُمت نے وقت کے تقاضوں کے مطابق اللہ کے گھروں کی تعمیر کو بھی اسی طرح نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ عظمتِ اسلام کے پیش نظر ضروری قرار دیا۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ دین کو اگر ظاہری لفظوں سے سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس سے (الا ماشاء اللہ) گمراہی کے سوا کچھ نہیں ملتا، لیکن اگر دین کی اصل روح اور اس میں کارفرما حکمتوں پر غور کر کے اس کے احکام کو پرکھا جائے تو یہی دین ہدایت کا باعث بنتا ہے اور اس کا صحیح فہم پیدا ہوتا ہے۔

اگر مساجد کی تعمیر میں تبدیلی پر غور کیا جائے تو اس کی مصلحت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اُس وقت لوگوں کے اپنے گھر کچے ہوتے تھے لہذا اللہ کے گھر کا کچا ہونا باعثِ عار نہ تھا لیکن جب لوگوں کے اپنے مکانات پختہ محلات میں بدل گئے تو خانہ خدا کی وجاہت اور ظاہری شان و شوکت کے پیش نظر پختہ اور خوبصورت مساجد کی تعمیر کا فتویٰ دے دیا گیا۔

### ۳۔ قرآن کا ترجمہ و تفسیر

اسی طرح قرآن کی تعلیمات کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے ضروری تھا کہ اس کے تراجم اور تفاسیر بھی مختلف ممالک کے لوگوں کی زبان اور فہم کے مطابق ہوں لیکن دین کے بارے میں ظاہری الفاظ پر نظر رکھنے والا ناپختہ اور انتہا پسند جامد ذہن ہر دور میں ہونے والے نئے کام کی مزاحمت (Resistance) میں پیش پیش رہا ہے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۷۶ھ) نے ہندوستان میں جب پہلی مرتبہ اسی ضرورت کے پیش

نظر قرآن حکیم کا ترجمہ فارسی میں کیا تو یہاں کے ظاہرین علماء نے ان کے خلاف بہت شور مچایا اور کفر و بدعت کے فتوے صادر کئے کہ قرآن کو عربی زبان سے فارسی میں منتقل کیا جا رہا ہے لیکن آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ نئی بدعتِ مصلحتِ وقت اور عین تقاضائے تبلیغ دین تھی جبکہ فتویٰ لگانے والے اس وقت اس دینی مصلحت سے نا آشنا تھے۔

## ۲۔ دینی علوم و فنون کی تنظیم و تدوین

امام عزالدین بن عبدالسلام السلمی الشافعی (۶۶۰ھ) ”قواعد الاحکام فی مصالح الانام“ میں دینی علوم و فنون کی تدوین کو بدعتِ واجبہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

و للبدع الواجبة أمثلة منها الاشتغال بعلم النحو الذي يفهم به كلام الله تعالى وكلام رسول الله ﷺ، وذلك واجب لان حفظ الشريعة واجب، ولا يتأتى حفظها الا بمعرفة ذلك، وما لا يتم الواجب الا به فهو واجب، الثاني: حفظ غريب الكتاب والسنة من اللغة، الثالث: تدوين أصول الدين و أصول الفقه، الرابع: الكلام في الجرح والتعديل، لتمييز الصحيح من السقيم، وقد دلت قواعد الشريعة على أن حفظ الشريعة فرض كفاية فيما زاد على القدر المتعين ولا يتأتى حفظ الشريعة الا بما ذكرناه۔<sup>(۱)</sup>

”بدعات واجبہ کی بعض مثالیں یہ ہیں: علم نحو کا پڑھنا جس پر قرآن و حدیث کا سمجھنا موقوف ہے، یہ اس لیے واجب ہے کہ علم شریعت کا حصول واجب ہے اور قرآن و حدیث کے بغیر علم شریعت حاصل نہیں ہو سکتا اور جس چیز پر کوئی واجب موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے۔ دوسری مثال ہے قرآن اور حدیث

(۱) عزالدین، قواعد الأحکام فی مصالح الأنام، ۲: ۳۳۷۔۳۳۸، وأيضاً فی فتاوی العز

کے معانی جاننے کے لئے علم لغت کا حاصل کرنا، تیسری مثال ہے دین کے قواعد اور اصول فقہ کو مرتب کرنا چوتھی مثال سندِ حدیث میں جرح اور تعدیل کا علم حاصل کرنا تاکہ صحیح اور ضعیف حدیث میں امتیاز ہو سکے اور قواعدِ شرعیہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنی ضروریات سے زیادہ علمِ شریعت حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے اور یہ علم مذکور الصدرِ علوم کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔“

اگر ہر نیا کام جو عہدِ رسالت مآب اور عہدِ صحابہ میں متداول اور معمول بہ نہ تھا محض اپنے نئے ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار پائے تو تعلیماتِ دین اور فقہِ اسلامی کا بیشتر حصہ ناجائز کے زمرے میں آجائے گا اور اجتہاد کی ساری صورتیں، قیاس، استحسان، مصالحِ مرسلہ، استحباب، استدلال اور استنباط کی جملہ شکلیں ناجائز کہلائیں گی۔ اسی طرح دینی علوم و فنون مثلاً اُصولِ تفسیر، اُصولِ حدیث، فقہ و اُصولِ فقہ، ان کی تدوین، اور ان کو سمجھنے کے لئے صرف و نحو، بلاغت و معانی، منطق و فلسفہ اور دیگر معاشرتی و معاشی جملہ علومِ خادمہ جو فہمِ دین کے لئے ضروری اور عصری تقاضوں کے مطابق لابدی ہیں ان کا سیکھنا، سکھانا بھی حرام قرار پائے گا کیونکہ یہ سب علوم و فنون اپنی موجودہ شکل میں نہ عہدِ رسالت میں موجود تھے نہ ہی عہدِ صحابہ کرام میں، انہیں تو بعد میں ضرورت کے پیش نظر وضع اور مرتب کیا گیا۔ یہ تمام علوم و فنون اپنی ہیئت، اُصول، اصطلاحات، تعریفات اور قواعد و ضوابط کے اعتبار سے نئے ہیں اس لئے بلا شک و شبہ بدعتِ لغوی کے زمرے میں آتے ہیں۔ مزید برآں اگر ہر نیا کام بدعتِ شرعی اور ضلالت و گمراہی قرار پائے تو دینی مدارس کی مروجہ تعلیم و تدریس اور نصابات کا بیشتر حصہ بھی گمراہی قرار پائے گا کیونکہ موجودہ درسِ نظامی کے نصابات کے مطابق درس و تدریس نہ تو حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھی اور نہ ہی اس طرح کسی صحابی نے تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کا طریقہ نہایت سادہ تھا۔ وہ فقط قرآن و حدیث کا سماع کرتے اور اسے آگے روایت کرتے تھے۔

## دین کی اصل روح کو سمجھنا ضروری ہے

اسلام کے ساتھ یہ المیہ رہا ہے کہ سطحِ نبی سے اس کا مطالعہ کرنے والے چھوٹی چھوٹی باتوں کو کفر و ایمان کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور دین کی اصل روح اور اس میں کارفرما وسیع تر مفاد اور حکمت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوان نسل جن کے سامنے دین کی اصل روح نہیں رکھی جاتی بلکہ لفظوں کی ہیر پھیر سے دین کو متعارف کرایا جاتا ہے، روز بروز اسلام سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ صرف اس لئے کہ کہیں تو ذاتی مفادات کے پیش نظر اور کہیں نادانی کی بنا پر مذہبی ذمہ دار لوگوں نے (إلا ماشاء اللہ) لفظی مویشگانہوں سے دین کو دشوار بنا دیا ہے، جس سے نوجوان نسل بالعموم اور نیا تعلیم یافتہ طبقہ بالخصوص جو پہلے ہی مغربی تہذیب و ثقافت اور اس کی ذہنی و فکری یلغار کا نشانہ بنا ہوا ہے، دین سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ اگر ہم صدقِ دل سے دین کے اصول و قوانین اور شریعتِ اسلامیہ کے دلکش پہلو اس پریشان کن دور میں اپنے پیش نظر رکھیں تو کوئی وجہ نہیں کہ لوگ پھر سے عظمتِ اسلام کی بازیابی کے لئے کمر بستہ نہ ہو جائیں۔

www.MinhajBooks.com

باب سوم

## قرونِ اولیٰ اور اطلاقِ بدعت

قرونِ اولیٰ میں اہل بدعت کا اطلاق کن پر ہوتا تھا؟  
قرونِ اولیٰ میں مستحبات اور مستحبات کی سطح کے امور پر بدعت کا  
اطلاق نہیں ہوتا تھا

تابعین اور تبع تابعین اہل بدعت سے اجتناب کرتے تھے  
www.MinhajBooks.com  
قرونِ اولیٰ میں بدعت کا اطلاق صرف کفریہ عقائد پر ہوتا تھا



[www.MinhajBooks.com](http://www.MinhajBooks.com)

## قرونِ اُولیٰ میں اہل بدعت کا اطلاق کن پر ہوتا تھا؟

قرونِ اُولیٰ میں گستاخانِ رسول، مخالفینِ صحابہ اور کفریہ عقائد کے حاملین کو اہل بدعت کہا جاتا تھا۔ متعدد احادیثِ مبارکہ اور آثارِ صحابہ اس بات پر شاہدِ عادل ہیں کہ دورِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں اُمورِ خیر اور اعمالِ صالحہ کا اجراء کرنے والوں کو اہل بدعت نہیں کہا جاتا تھا بلکہ اسکے برعکس بدعتی اُن کو کہا جاتا جو 'فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ' (۱) کے مخالف تھے اور جمہورِ اُمت کی اتباع کی بجائے محدثاتِ الامور اور اختلافِ کثیر کے پیچھے پڑے رہتے۔ یہ وہ لوگ تھے جو سوادِ اعظم کی اتباع کی بجائے اپنے خود ساختہ عقائد کی بنا پر اُمت کی اجتماعیت کو نقصان پہنچانے کا موجب بنتے۔ ان اہل بدعت اور فرقِ باطلہ کے درج ذیل معروف طبقات ہیں:

۱- خوارج

۲- مُرجئہ

(۱) ۱- ابو داؤد، السنن، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ۴: ۲۰۰، رقم:

۳۶۰۷

۲- ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ،

۵: ۴۳، رقم: ۲۶۷۶

۳- ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنۃ الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵،

رقم: ۳۲

۴- احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۲۶

۵- ابن حبان، الصحیح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

- ۳- مُعْتَزَلَه  
۴- جَهْمِيَّه  
۵- رَوَافِضُ وَبَاطِنِيَه  
۶- قَدْرِيَه

## ۱- خَوَارِج

اسلام کو اپنے اوائل دور سے ہی جس بڑے اور پہلے فتنے کا سامنا کرنا پڑا اُسے فتنہ خوارج کہتے ہیں۔ اگرچہ خارجیوں کا باقاعدہ آغاز سیدنا علیؓ کے دور خلافت میں ہوا لیکن ان کی فتنہ پروری اور سازشوں کا آغاز بہت پہلے ہو چکا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) خوارج کو تاریخ اسلام کی سب سے پہلی بدعت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فكان من اول البدع والتفرق الذي وقع في هذه الأمة بدعة الخوارج۔<sup>(۱)</sup>

”اس امت میں سب سے پہلی بدعت اور تفرقہ جو واقع ہوا وہ خوارج کی بدعت تھی۔“

دوسرے مقام پر علامہ ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں کہ خوارج اہل بدعت میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کے وصال کے بعد سب سے پہلے خروج کیا۔ وہ اپنے فتاویٰ میں رقم طراز ہیں:

والنبي ﷺ انما ذكر الخوارج الحزبية، لأنهم أول صنف من أهل البدع خرجوا بعده؛ بل أولهم خرج في حياته فذكرهم لقربهم من زمانه۔<sup>(۲)</sup>

(۱) ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ۱۲: ۴۷۰

(۲) ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، ۲۸: ۴۷۶

”حضور ﷺ نے خوارجِ حروریہ کا ذکر کیا کیونکہ یہ اہل بدعت کا وہ طبقہ تھا جنہوں نے آپ ﷺ کے بعد سب سے پہلے خروج کیا، بلکہ ان کے پہلے طبقے نے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں خروج کیا تھا۔ لہذا آپ ﷺ نے اپنے زمانہ کے ساتھ ان کے قرب کی وجہ سے ان کا ذکر کیا۔“

فتنہِ خوارج کی ابتدا کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ جنگِ صفین (۳۷ھ/۶۵۷ء) کے بعد بالآخر فیصلہ کیا گیا کہ طرفین سے دو معتد اشخاص کو حکم بنایا جائے جو قرآن و سنت کے مطابق کوئی ایسی تدبیر نکالیں جس سے لڑائی کا مستقل خاتمہ ہو سکے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس اشعریؓ اور حضرت معاویہؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ حکم مقرر ہوئے اور طرفین سے عہد نامہ لکھا گیا جس کے نتیجے میں لڑائی ختم گئی۔ اشعث بن قیس نے یہ عہد نامہ لیکر ہر ہر قبیلہ کے افراد کو سنانا شروع کر دیا۔ جب وہ قبیلہ بنی تمیم کے لوگوں کے پاس آئے جن میں ابو بلال کا بھائی عروہ بن ادیہ بھی تھا اور ان کو پڑھ کر سنایا تو عروہ نے بطور احتجاج یہ آواز بلند کی:

تَحْكُمُونَ فِي أَمْرِ اللَّهِ الرَّجَالِ؟ لَا حَكْمَ إِلَّا لِلَّهِ۔<sup>(۱)</sup>

”تم اللہ کے امر میں انسانوں کو حکم بناتے ہو؟ سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں۔“

حضرت علیؑ جب صفین سے واپس کوفہ پہنچے تو ان کو خوارج کے اس عمل سے

(۱) ۱- طبری، تاریخ الامم و الملوك، ۳: ۱۰۴

۲- ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۵۷، رقم: ۳۷۹۰۷

۳- ابن سعد، الطلقات الكبرى، ۳: ۳۲

۴- خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱: ۱۶۰

۵- ابن اثیر، الكامل فی التاريخ، ۳: ۱۹۶

۶- ابن جوزی، المنتظم، ۵: ۱۲۳

۷- ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۶: ۶۱۹، رقم: ۳۳۱۵

آگاہی حاصل ہوئی تو آپ نے فرمایا:

كَلِمَةٌ حَقٌّ أُرِيدُ بِهَا بَاطِلٌ، إِنْ سَكَنُوا غَمَمَنَاهُمْ وَ إِنْ تَكَلَّمُوا حَجَجْنَاهُمْ وَ إِنْ خَرَجُوا عَلَيْنَا قَاتَلْنَاهُمْ۔<sup>(۱)</sup>

”بات تو حق ہے مگر مقصود اس سے باطل ہے۔ اگر وہ خاموش رہے تو ہم ان پر چھائے رہیں گے اور اگر انہوں نے کلام کیا تو ہم ان پر دلیل لائیں گے اور اگر وہ ہمارے خلاف نکلے تو ہم ان سے لڑیں گے۔“

امام مسلم<sup>رحمہ اللہ</sup> (۲۶۱ھ) نے بعض الفاظ کے تغیر کے ساتھ مذکورہ روایت کو باب التحریض علی قتل الخوارج میں نقل کیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّ الْحُرُورِيَّةَ لَمَّا خَرَجَتْ وَهُوَ مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه قَالُوا لَا حُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ قَالَ عَلِيٌّ رضي الله عنه: كَلِمَةٌ حَقٌّ أُرِيدُ بِهَا بَاطِلٌ....<sup>(۲)</sup>

- (۱) ۱- ابن اثیر، الكامل فی التاريخ، ۳: ۲۱۲، ۲۱۳  
 ۲- طبری، تاریخ الامم والملوک، ۳: ۱۱۴
- (۲) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب الزکوٰۃ، باب التحریض علی قتل الخوارج، ۲: ۷۴۸، رقم: ۱۰۶۶  
 ۲- نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۱۶۰، رقم: ۸۵۶۲  
 ۳- ابن ابی شیبہ، المصنف، ۷: ۵۶۲، رقم: ۳۷۹۳۰  
 ۴- ابن حبان، الصحيح، ۱۵: ۳۸۷، رقم: ۶۹۳۹  
 ۵- ابن ابی عاصم، السنۃ، ۲: ۴۵۳، رقم: ۹۲۷  
 ۶- بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۷۱، رقم:  
 ۷- ابو نعیم أصبہانی، المسند المستخرج علی صحیح الإمام مسلم، ۳: ۱۳۴، رقم: ۲۳۷۸

”رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت عبد اللہ بن ابی رافع ؓ بیان کرتے ہیں کہ حروریہ کا جس وقت ظہور ہوا تو وہ (یعنی حضرت عبد اللہ بن ابی رافع ؓ) حضرت علی ؓ کے ساتھ تھے۔ اُن (خوارج) نے کہا: اللہ کے سوا کوئی حاکم نہیں، حضرت علی ؓ نے فرمایا: یہ حق بات ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔“

مختصر یہ کہ خوارج نے فوج کا ساتھ چھوڑ دیا اور حوراء کے گاؤں میں جا کر لوگوں کو حضرت علی ؓ کے خلاف اُکسانا شروع کر دیا وہ لوگوں کو پہاڑوں یا دوسرے شہروں کی طرف نکلنے کا مشورہ دیتے یہاں تک کہ حضرت علی ؓ کے عمل کو بدعتِ ضلالہ تک کہا گیا آخر کار ان لوگوں نے آپس کے مشورہ سے ”الحکم للہ“ کے اجراء کے لئے کوفہ سے نکل کر نہروان کے مقام کو پسند کیا اور سب وہاں جمع ہو گئے۔ خارجیوں کی تشدد پسند اور فتنہ انگیز سرگرمیوں کو روکنے کے لیے حضرت علی اور ان کے درمیان ۹ صفر ۳۸ ہجری کو نہروان کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں خوارج کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔

### خوارج کی اہم بدعات

- ۱- گناہِ کبیرہ کا مرتکب دائمی جہنمی ہے اور اس کا خون اور مال حلال ہے۔
- ۲- جس نے اپنے عمل اور غیر صائب رائے سے قرآن کی مخالفت کی وہ کافر ہے۔
- ۳- ظالم اور فاسق حاکم کے خلاف خروج لازم ہے۔
- ۴- وہ حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ ؓ اور ان کے تبعین سے مروی

روایات کا انکار کرتے تھے۔

- ۵- اخبارِ اُحاد مثلاً اُحادِ یثِ رجم وغیرہ کا انکار کرتے تھے۔<sup>(۱)</sup>

(۱) ۱- عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق: ۷۳

۲- ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ۱۳: ۳۱

خوارج کے کفریہ عقائد اور مسلمانوں کے خلاف ان کے ظالمانہ اور متعصبانہ رویے کو بیان کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فكانوا كما نعتهم النبي ﷺ "يقتلون اهل الاسلام ويدعون اهل الاوثان"<sup>(۱)</sup> وكفروا علي بن ابي طالب وعثمان بن عفان ومن والاھما. وقتلوا علي بن ابي طالب مستحليين لقتله. قتله عبدالرحمن بن ملجم المرادي منهم، وكان هو وغيره من الخوارج مجتهدين في العبادة، لكن كانوا جهالاً فارقوا السنة والجماعة: فقال هؤلاء: ما الناس إلا مؤمن او كافر؛ والمؤمن من فعل جميع الواجبات وترك جميع المحرمات: فمن لم يكن كذلك فهو كافر: مخلد في النار. ثم جعلوا كل من خالف قولهم كذلك. فقالوا: ان عثمان وعلياً ونحوهما حكموا بغير ما انزل الله، وظلموا فصاروا كفاراً۔<sup>(۲)</sup>

”وہ (خوارج) ایسے لوگ تھے جن کی صفت حضور ﷺ نے یہ بیان کی تھی کہ ”وہ اہل اسلام سے لڑیں گے اور بت پرستوں سے صلح رکھیں گے“ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کے

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الأنبياء، ۳: ۱۲۱۹، رقم: ۳۱۶۶

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکوٰۃ، باب إعطاء المؤلفۃ، ۲: ۷۲۱، رقم: ۱۰۶۳

۳۔ ابوداؤد، السنن، ۳: ۲۴۳، رقم: ۲۷۶۳

۴۔ نسائی، السنن، ۵: ۸۷، رقم: ۲۵۷۸

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۶۸، رقم: ۱۱۶۶۶

(۲) ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ۷: ۳۸۱

پیروکاروں کی تکفیر کی اور حضرت علیؑ کے خون کو مباح قرار دیتے ہوئے اُن سے جھگڑا کیا۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو عبد الرحمن بن ملجم المرادی نے شہید کیا جو کہ خارجیوں میں سے تھا۔ یہ اور اسکے علاوہ دیگر خوارج ”مجتہد فی العبادۃ“ تھے لیکن حقیقت میں وہ جاہل تھے انہوں نے سنت اور جماعت کو توڑا۔ ان کے عقیدے کے مطابق انسان مؤمن ہو گا یا کافر۔ لہذا ان کے نزدیک مؤمن وہ ہے جو تمام واجبات پر عمل کرے اور تمام محرمات کو ترک کرے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ کافر اور دائمی جہنمی ہے۔ پھر انہوں نے ہر اُس شخص کی اسی طرح تکفیر کرنا شروع کر دی جس نے ان کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا کہ عثمانؓ، علیؓ اور ان کی طرح دیگر لوگوں نے اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف حکومت کی اور ظلم کا ارتکاب کیا ہے پس یہ سارے کافر ہو گئے۔“

اگر خوارج کے عقائد اور ان کی خصوصیات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ خوارج نے نہ صرف سنت سے خروج کیا بلکہ مسلمانوں کے خون کو بھی مباح قرار دیا۔ علامہ ابن تیمیہ خوارج کی اہم خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولہم خاصستان مشہور تان فارقوا بہما جماعة المسلمین وأئمتہم:  
أحدہما: خروجہم عن السنۃ، وجعلہم مالیس بسیئۃ سیئۃ، أو  
مالیس بحسنۃ حسنۃ، وهذا هو الذی أظہر وہ فی وجہ النبی ﷺ  
حيث قال له ذوالخوبصرۃ التمیمی: ”إعدل فإنک لم تعدل“  
حتى قال له النبی ﷺ: ”ویلک! ومن یعدل إذا لم أعدل؟“ (۱) لقد

(۱) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب الأدب، باب ماجاء فی قول الرجل ویلک، ۵:

۲۲۸۱، رقم: ۵۸۱۱

۲- مسلم، الصحيح، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتہم،

۴: ۷۴۴، رقم: ۱۰۶۴

خبت وخسرت إن لم أعدل“، فقوله: ”فانك لم تعدل“ جعل منه لفعل النبي ﷺ سفها وترك عدل، وقوله: ”اعدل“ أمر له بما اعتقده هو حسنة من القسمة التي لا تصلح، وهذا الوصف تشترك فيه البدع المخالفة للسنة، فقائلها لا بد أن يثبت مانفته السنة و ينفي ما أثبتته السنة، ويحسن ما قبخته السنة أو يقبح ما حسنت السنة، وإلا لم يكن بدعة. وهذا القدر قد يقع من بعض أهل العلم خطأ في بعض المسائل؛ لكن أهل البدع يخالفون السنة الظاهرة المعلومة. والخوارج جوزوا على الرسول نفسه أن يجور ويضل في سنته ولم يوجبوا طاعته متابعتة، وإنما صدقوه فيما بلغه من القرآن دون ما شرعه من السنة التي تخالف بزعمهم ظاهر القرآن.

وغالب أهل البدع غير الخوارج يتابعونهم في الحقيقة على هذا: فانهم يرون أن الرسول لو قال بخلاف مقالتهم لما اتبعوه، كما يحكى عن عمرو بن عبيد في حديث الصادق المصدوق، وإنما يدفعون [عن] نفوسهم الحجة: اما برد النقل: وإما بتأويل المنقول. فيطعنون تارة في الاسناد وتارة في المتن، وإلا فهم

..... ٣- نسائي، السنن الكبرى، ٥: ١٥٩، رقم: ٨٥٦٠-٨٥٦١، ٦: ٣٥٥، رقم:

١١٢٢٠

٤- أحمد بن حنبل، المسند، ٣: ٦٥، رقم: ١١٦٣٩

٥- ابن حبان، الصحيح، ١٥: ١٢٠، رقم: ٦٤٢١

٦- بيهقي، السنن الكبرى، ٨: ١٤١

٧- عبدالرزاق، المصنف، ١٠: ١٣٦

لیسوا متبعین ولا مؤتمین بحقیقة السنة التي جاء بها الرسول، بل ولا بحقیقة القرآن.

الفرق الثاني في الخوارج وأهل البدع: انهم يكفرون بالذنوب والسيئات. ويترتب على تكفيرهم بالذنوب استحلال دماء المسلمين وأموالهم و ان دار الاسلام دار حرب ودارهم هي دار الايمان. وكذلك يقول جمهور الرافضة؛ وجمهور المعتزلة؛ والجهمية؛ وطائفة من غلاة المنتسبة إلى أهل الحديث والفقہ و متكلميهم<sup>(۱)</sup>.

”خوارج کی دو مشہور خصوصیات ہیں جن سے انہوں نے مسلمانوں کی جماعت اور ان کے ائمہ میں تفرقہ پیدا کیا۔

”ان کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے سنت سے خروج کیا اور ان امور کو گمراہی قرار دیا جو فی الحقیقت گمراہی نہیں تھے یا ان امور کو حسنہ قرار دیا جو حسنہ نہیں تھے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جس کا اظہار انہوں نے حضور ﷺ کے سامنے کیا جب ذوالخویصرہ تمیمی نے آپ ﷺ سے کہا: اعدل فانک لم تعدل، یعنی آپ انصاف کریں، آپ نے انصاف نہیں کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: ”وَيَلْكَ، وَمَنْ يَعْدِلُ إِذَا لَمْ أَعْدِلْ؟ قَدْ خَبْتُ وَخَسِرْتُ إِنْ لَمْ أَعْدِلْ“ ”یعنی تیری خرابی ہو، اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟ اگر میں انصاف نہ کروں تو ناکام و نامراد رہ جاؤں گا۔“ ذوالخویصرہ تمیمی نے اپنے قول ”فانک لم تعدل“ سے حضور ﷺ کے فعل کو غیر معقول عمل اور ترکِ عدل پر محمول کیا۔ اسی طرح اس کے قول ”اعدل“ سے

(۱) ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ، ۱۹: ۴۲، ۴۳

اسکا اعتقاد یہ تھا کہ اسی بات حسنہ ہے بہ نسبت (حضور ﷺ کی) اس تقسیم کے جو (اس کے نزدیک) مبنی بر انصاف نہیں تھی (معاذ اللہ)۔ یہی وہ (خوارج کا) وصف ہے جو نبی بر بدعت اور مخالف سنت ہے۔ اس عقیدے کا حامل بدیہی طور پر ایسی بات کا اثبات کرتا ہے جس کی سنت نفی کرے اور ایسی بات کی نفی کرتا ہے جس کو سنت ثابت کرے۔ اسی طرح یہ ایسی بات کی تحسین کرتا ہے جس کو سنت قبیح جانے اور ایسی بات کو قبیح جانتا ہے جس کو سنت حسنہ جانے اگرچہ وہ بدعت نہ ہی ہو۔ اور اس رویہ کی وجہ سے بعض اہل علم سے بعض مسائل میں خطاء واقع ہوئی ہے۔ مزید برآں اہل بدعت (کی علامت یہ ہے کہ وہ) معروف و معلوم سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔

”خوارج نے بزعم خویش یہ جواز گھڑ لیا کہ اگر رسول بھی اپنی کسی سنت سے انحراف و اعراض برتے تو اسکی اطاعت واجب نہیں ہے۔ یہ (خوارج) صرف ان امور کی تصدیق کرتے جو ان کے پاس قرآن کی صورت میں پہنچتے اور اس مشروع سنت کا انکار کرتے جو ان کے زعم باطل میں ظاہر قرآن کے مخالف ہوتی۔

”خوارج کے علاوہ دیگر اہل بدعت کی اکثریت حقیقت میں ان امور میں ان کی متابعت کرتی ہے۔ ان کی رائے میں اگر رسول بھی اپنے قول کے مخالف بات کرے تو اس کی اتباع نہیں کی جائے گی۔ جیسا کہ عمرو بن عبید سے مروی روایت میں صادق و مصدوق کا ارشاد ہے۔ یہ اپنے آپ کو نقلی روایات کو رد کرنے یا منقول روایات کی تاویل باطلہ کرنے کی وجہ سے دلیل و حجت سے دور رکھتے ہیں۔ یہ کبھی سند میں طعن کرتے ہیں اور کبھی متن میں۔ حالانکہ نہ یہ اس حقیقی سنت کے تابعین اور امین ہیں جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں اور نہ ہی قرآن کے ماننے والے ہیں۔

”خوارج اور اہل بدعت میں دوسرا گروہ وہ ہے جو گناہوں اور معصیوں پر تکفیر کرتا ہے اور اس بنا پر یہ مسلمانوں کا خون اور انکے اموال کو مباح گردانتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ دارالاسلام دارالحرب ہے اور انکے اپنے گھر دارالایمان ہیں۔ اسی طرح جمہور روافض، معتزلہ، جمہیہ اور غلو کرنے والوں کا ایک ایسا گروہ جو اپنے آپ کو حدیث، فقہ اور متکلمین کی طرف منسوب کرتا ہے، کا بھی یہی عقیدہ ہے۔“ (۱)

## ۲۔ مَرَجَّةٌ

مَرَجَّةٌ مسلمانوں کا ایک ایسا فرقہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ایمان کا تعلق محض قول اور زبان سے ہے، عمل کا اس میں دخل نہیں۔ ان کے نزدیک ایمان مقدم ہے جبکہ عمل مؤخر۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اگر وہ نماز نہ بھی پڑھیں اور روزہ نہ بھی رکھیں پھر بھی ان کا ایمان انہیں نجات دلا دے گا۔ وہ یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے محض دعویٰ اطاعت کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ امام ابو جعفر طبری (۳۱۰ھ) ”تہذیب الآثار“ میں بیان کرتے ہیں کہ جب سفیان بن عیینہ سے مَرَجَّةٌ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

فأما المرجئة اليوم فهم قوم يقولون: الإيمان قول بلا عمل، فلا تجالسوهم، ولا تؤاكلوهم، ولا تشاربوهم، ولا تصلوا معهم، ولا تصلوا عليهم۔ (۲)

”آج کل مَرَجَّةٌ ایسے گروہ کو کہا جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ”ایمان بغیر عمل

(۱) خوارج سے متعلق مزید تفصیلات کے لیے میری کتاب ”الانتباه للخوارج والحروراء“ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) طبری، تہذیب الآثار: ۶۹۵

کے محض قول کا نام ہے، لہذا تم نہ تو ایسے لوگوں کیساتھ بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھاؤ پیو، نہ ان سے ملاقات کرو اور نہ ہی ان کی نمازِ جنازہ پڑھو“

موجہ کے نزدیک ایمان فقط دل سے معرفتِ الہیہ کے حصول کا نام ہے۔ عالی مرتبہ کا عقیدہ ہے کہ معصیت اور اطاعت نہ نقصان پہنچاتی ہے اور نہ ہی فائدہ۔ نفسِ ایمان میں فاسق اور عاصی کا ایمان رسول ﷺ اور جبرئیل علیہ السلام کی طرح ہے۔ انہیں میں سے غیلان دمشقی ہے۔ بعد ازاں موجہ معدّہ فرقوں میں منقسم ہو گئے اور ہر فرقے نے دوسرے کو گمراہ قرار دیا۔<sup>(۱)</sup>

علامہ عبد القاهر البغدادی<sup>(۲)</sup> (۳۲۹ھ) نے مرجئہ کے تین گروہوں کا ذکر کیا ہے:

- ۱۔ وہ جو ایمان اور اختیار میں ارجاء کی تعلیم دیتے تھے۔ اس گروہ میں غیلان ابو مروان دمشقی اور ابو شمر محمد بن ابی شویب البصری شامل تھے۔
- ۲۔ وہ جو ایمان اور جبر کے متعلق ارجاء کا عقیدہ رکھتے تھے۔
- ۳۔ وہ جو ایمان کو اعمال پر مقدم سمجھتے تھے۔ وہ نہ تو عقیدہ اختیار کے پیروکاروں میں شامل تھے اور نہ اہل جبر و قدر میں۔ آخر الذکر گروہ میں یونس بن عون، غسان، ابو ثوبان، ابو معاذ، اور بشر بن غیاث المریسی کے تابعین شامل ہیں۔<sup>(۳)</sup>

### ۳۔ معتزلہ

اس فرقہ کی ابتدا بنو اُمیہ کے دور میں ہوئی۔ اس کا بانی واصل بن عطاء تھا جو ۸۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ میں ہشام بن عبد الملک کے زمانے میں فوت ہوا۔ یہ امام حسن بصری<sup>(۴)</sup> (۱۱۰ھ) کے درس میں بیٹھتا تھا۔<sup>(۳)</sup>

(۱) عبد القاهر بغدادی، الفرق بین الفرق: ۲۰۲

(۲) عبد القاهر البغدادی، الفرق بین الفرق: ۱۹۱

(۳) ۱۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ۴: ۳۲۹

۲۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۵: ۴۶۵

علامہ عبد الکریم شہرستانی<sup>(۱)</sup> (۵۴۸ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب ”المِلَلُ وَالنِّحَلُ“ میں معتزلہ کی ابتداء کے بارے میں بیان کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک دن اپنے حلقہٴ درس میں بیٹھے طلبا کو پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: جناب! ہمارے زمانے میں ایک ایسا گروہ (خوارج) پیدا ہوا ہے جس کا کہنا ہے کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے۔ ان کے نزدیک کبیرہ گناہ کفر ہے اور اس کا مرتکب دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ دوسرا گروہ (جو ہر جہنم کہلاتا ہے) اس بات کا قائل ہے کہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان کے نزدیک ایمان کے ہوتے ہوئے گناہِ کبیرہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ ان کے مذہب میں عملِ ایمان کا جزو نہیں ہے لہذا ایمان کے ہوتے ہوئے اسی طرح معصیت کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے اطاعت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ مختصر یہ کہ ان کے نزدیک اگر ایمان صحیح ہے تو گناہِ کبیرہ سے کفر لازم نہیں آتا۔ آپ ہماری اس حوالے سے کیا راہنمائی فرماتے ہیں؟<sup>(۱)</sup>

امام حسن بصریؒ اس بارے میں تفکر کرنے لگے۔ ابھی جواب نہیں دے پائے تھے کہ واصل بن عطاء نے خود ہی کہا:

أنا لا أقول إن صاحب الكبيرة مؤمن مطلقاً ولا كافراً مطلقاً بل هو في منزلة بين المنزلتين لا مؤمن ولا كافر. ثم قام و إعتزل إلى أسطوانة من أسطوانات المسجد، يقرّر ما أجاب به علي جماعة من أصحاب الحسن، فقال الحسن: إعتزل عنا واصل. فسمي هو وأصحابه معتزلة.<sup>(۲)</sup>

(۱) شہرستانی، الملک والنیحل، ۱: ۲۰

(۲) ۱- شہرستانی، الملک والنیحل، ۱: ۲۰

۲- ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۵: ۲۶۳

۳- عبد القاهر البغدادی، الفرق بین الفرق، ۲۱، ۱۱۸

”میں یہ نہیں کہتا کہ کبار کا مرتکب مطلقاً مؤمن ہوتا ہے یا مطلقاً کافر، بلکہ وہ ان دونوں درجات کے مابین ہوتا ہے۔ یعنی نہ وہ مؤمن ہوتا ہے اور نہ کافر۔ پھر وہ کھڑا ہوا اور مسجد کے ستونوں میں سے ایک ستون کی طرف الگ ہو کر امام حسن بصریؒ کے تلامذہ میں اس عقیدے کی تلقین بھی شروع کر دی۔ اس پر امام حسن بصریؒ نے فرمایا: **اعتزل عنا واصل** یعنی **اصل** ہم سے الگ ہو گیا۔ اسی وجہ سے اسے اور اس کے ساتھیوں کو ”معتزلہ“ کہا جاتا ہے“

**علامہ ابن منظور (۱۱ھ)** نے معتزلہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے ”لسان العرب“ میں لکھا ہے:

زَعَمُوا أَنَّهُمْ اِعْتَزَلُوا فِئْتَى الضَّلَالَةِ عِنْدَهُمْ يَعْنُونَ أَهْلَ السُّنَّةِ وَ  
الْجَمَاعَةِ وَالْخَوَارِجِ۔ (۱)

”یعنی ان لوگوں کا خیال تھا کہ انہوں نے بقول ان کے گمراہ فرقوں یعنی اہل سنت اور خوارج سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔“

واصل بن عطاء اپنے سے ما قبل کی بدعتوں سے بھی متاثر تھا۔ اس نے اپنے سننے والوں کو درج ذیل بدعتوں کی دعوت دی۔

۱۔ اُنْتُ مُحَمَّدٌ بِرَبِّكَ فِي سَمْعِكَ مِنْ سَمْعِ جَوْفِ اسْقِ هُوَ وَهُوَ كَفَرٌ اَوْ اِيْمَانٌ كَهِ دُو دَرَجَاتٍ كَهِ دَرْمِيَانٍ هُوَ۔ (۲)

۲۔ مسئلہ قدر میں اس نے معبد الجحش کی رائے کو اختیار کیا مگر فرق صرف یہ ہے کہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اشیاء کے وقوع سے قبل اُن کو جاننے والا ہے مگر افعال شرک کا صدور

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۱: ۴۴۰

(۲) ۱۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۵: ۴۶۳

۲۔ الشمہرستانی، الملک والنجل، ۱: ۶۰

۳۔ عبد القاهر البغدادی، الفرق بین الفرق: ۱۱۸

اللہ کی مشیت اور ارادہ سے نہیں ہوتا۔<sup>(۱)</sup>

۳۔ یہ اللہ ﷻ کی صفات کی نفی کا قائل تھا۔<sup>(۲)</sup>

۴۔ اس کے نزدیک متحارب صحابہ میں سے ایک گروہ لامحالہ فاسق ہے اور یہ کہ ان میں سے کسی کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔<sup>(۳)</sup>

معتزلہ کا دوسرا اہم مسئلہ خلقِ قرآن کا تھا۔ یہ وہ ہنگامہ خیز مسئلہ تھا جس نے ایک صدی سے زائد عرصے تک عالمِ اسلام کو جدل و مناظرہ میں الجھائے رکھا۔ اس کو اولِ اول الجعد بن درہم نے پیش کیا۔ اس سے الجہم بن صفوان نے اخذ کیا اور ہارون الرشید کے عہدِ خلافت میں بشیر المریسی نے تقریباً چالیس سال تک اس کی باقاعدہ تبلیغ و اشاعت کی۔ ہارون الرشید اس کا مطلق حامی نہ تھا لیکن مامون نے نہ صرف اس کی حمایت و تائید کا بیڑا اٹھایا بلکہ اس کو سرکاری عقیدہ قرار دے دیا اور اس کی مخالفت کرنے والے بڑے بڑے محدثین و فضلاء کو سزا و تعزیر کا مستحق گردانا۔

### ۴۔ جہلیۃ

اس فرقہ کا بانی ابو محمد زہم بن صفوان (۱۲۸ھ) تھا جو قدیم زمانہ کے علمائے الہیات میں سے تھا۔ یہ بنی راسب (جو ازد کا ایک خاندان ہے) کا مولیٰ تھا۔ ان کا ذکر الحارث بن سرجج کے کاتب کے طور پر آتا ہے جس نے بنو امیہ کے خلاف بغاوت کی تھی اور ۱۱۶ھ / ۷۳۴ء سے ۱۲۸ھ / ۷۴۵ء تک مشرقی خراسان کے ایک حصے کا۔ بعض اوقات

(۱) ۱۔ عبد القاهر البغدادی، الفرق بین الفرق: ۱۱۷، ۱۱۹

۲۔ شہرستانی، الملل والنحل، ۱: ۵۸

(۲) ۱۔ عبد القاهر البغدادی، الفرق بین الفرق: ۱۱۷، ۱۱۹

۲۔ شہرستانی، الملل والنحل، ۱: ۵۸

(۳) ۱۔ عبد القاهر البغدادی، الفرق بین الفرق: ۱۱۷، ۱۱۹

۲۔ شہرستانی، الملل والنحل، ۱: ۵۸

ترکوں کے اشتراک میں - فرمانروا بھی رہا تھا۔ حارث بن سرج کی گرفتاری سے چند روز پہلے ۱۲۸ھ میں جہم بن صفوان کو گرفتار کر کے قتل کر دیا گیا۔<sup>(۱)</sup>

جہم بن صفوان کے ذاتی خیالات کے حوالے سے یقین کے ساتھ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے ہندی فرقہ سُمَنِيَّہ کے رد میں وجودِ باری تعالیٰ پر دلائل عقلمیہ پیش کیے تھے۔<sup>(۲)</sup> اس کے علاوہ دیگر تصورات جو ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں وہ فرقہ جہمیہ کے ہیں جس کا ذکر اس کی وفات کے ستر سال بعد سننے میں آتا ہے۔<sup>(۳)</sup>

جہاں تک فرقہ جہمیہ کے عقائد کا تعلق ہے تو انہوں نے عقیدہ جبر کی انتہائی شکل کو اختیار کیا جس کی رو سے انسانوں کی طرف فعل کی نسبت محض مجازی ہے جیسا کہ غروب ہونے میں سورج کا فعل محض مجازی ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ قرآن مخلوق ہے۔ وہ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ اللہ کے لیے کوئی مستقل صفتِ علم ثابت ہے۔ ان کے نزدیک حوادثِ دنیوی کا علم اللہ کو ان کے ظہور کے بعد ہوتا ہے۔ بالعموم وہ تمام صفاتِ الہیہ کے علیحدہ وجود کا انکار کرتے تھے۔ اسی لیے ان پر ”تعطیل“ کا الزام عائد کیا گیا تھا یعنی وہ اللہ کو محض ایک مجرّد ہستی ٹھہراتے تھے جس کی وجہ سے انہیں ”معطلہ“ بھی کہا جاتا تھا۔ قرآن میں جو صفات جیسے ید، وجہ وغیرہ اللہ کی طرف منسوب کی گئی ہیں وہ ان کی عقلی تاویل کرتے تھے۔ ایمان کے بارے میں ان کے عقائد مروجہ کے عقائد سے مماثل تھے۔<sup>(۴)</sup>

(۱) طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۵۷۰، ۱۵۷۷، ۱۵۸۳

(۲) احمد بن حنبل، الرد علی الجہمیہ، ۵: ۳۱۳

(۳) طبری، تاریخ الامم والملوک، ۲: ۱۹۱۸

(۴) ۱- الأشعری، مقالات، ۱: ۲۷۹

۲- احمد بن حنبل، الرد علی الزنادقة والجہمیہ، ۵: ۳۱۳

۳- ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۶: ۲۶

۴- عبد القاهر البغدادی، الفرق بین الفرق: ۲۱۱، ۲۱۲

## ۵۔ روافض و باطنیہ

علامہ ابن جوزیؒ (۵۹۷ھ) ”تلبیسِ ابلیس“ میں روافض کی ابتداء اور ان کے عقائد کے بارے میں بیان کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

كما لبس إبليس علي هؤلاء الخوارج حتى قاتلوا علي ابن أبي طالب. حمل آخرين علي الغلو في حبه. فزادوه علي الحد فمنهم من كان يقول هو الآله: ومنهم من يقول هو خير من الأنبياء. ومنهم من حمله علي سب أبي بكر وعمر حتى إن بعضهم كفر أبا بكر وعمر۔<sup>(۱)</sup>

”جس طرح ابلیس نے خوارج کو گمراہ کیا حتیٰ کہ انہوں نے سیدنا علیؑ سے جھگڑنا شروع کر دیا اسی طرح اس نے بعض دوسرے لوگوں کو حضرت علیؑ کی محبت میں غلو کی وجہ سے راہِ ہدایت سے دور کر دیا۔ چنانچہ یہ لوگ جب علیؑ میں حدود سے بڑھ گئے ان میں سے بعض لوگوں نے حضرت علیؑ کو اللہ اور بعض نے خیر من الانبیاء اور بعض دوسروں نے حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کو سب و شتم کرنا شروع کر دیا۔“

علامہ ابراہیم حلبیؒ (۹۵۶ھ) ”غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی“ میں غالی روافض کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و أما لو كان مؤديا الي الكفر فلا يجوز أصلاً كالغلاة من الروافض الذين يدعون الألوهية لعلي ﷺ أو أن النبوة كانت له فغلط جبرائيل و نحو ذلك مما هو كفر و كذا من يقذف الصديقة أو ينكر صحبة الصديق أو خلافته أو يسبّ شيخين۔<sup>(۲)</sup>

(۱) ابن جوزی، تلبیسِ ابلیس: ۹۷

(۲) حلبی، غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی: ۲۸۰

”اگر ان (روافض) کی بدعت ان کو کفر تک پہنچا دے تو پھر ان کے پیچھے نماز بالکل جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ وہ عالی روافض جو حضرت علی ؓ کے لیے اُلُوہیت کے مدعی ہیں یا جو کہتے ہیں کہ نبوت حضرت علی ؓ کے لیے تھی اور جبرائیل سے غلطی ہوگئی یا اس قسم کے اور عقائد رکھتے ہیں جو کفر ہیں یا اسی طرح جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے یا جو حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی صحابیت یا خلافت کا انکار کرے یا جو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو سب و شتم کرے۔“

علامہ ابن عابدین شامی (۱۳۰۶ھ) ”رد المحتار علی در المختار“ میں روافض کے کفریہ عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا شک فی تکفیر من قذف السیدة عائشہ رضی اللہ عنہا أو أنکر صحبة الصدیق ؓ أو إعتقد الألوهیة فی علی أو أن جبرائیل غلط فی الوحی أو نحو ذالک من الکفر الصریح المخالف للقرآن۔<sup>(۱)</sup>

”اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر قذف کرے وہ کافر ہے یا جو حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی صحابیت کا انکار کرے یا حضرت علی ؓ کو خدا مانے یا جو وحی لانے میں حضرت جبرائیل ؑ کی غلطی مانے وہ کافر ہے یا جو شخص قرآن کریم کی صریح مخالفت کرے وہ کافر ہے“

ہم گذشتہ ابواب میں قدرے تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ بیان کر چکے ہیں کہ ”محدثات الامور“ اور اِحداث و بدعات سے مراد ایسے نئے ہیں جو ارتداد پر مبنی ہوں اور دین کی بنیادی تعلیمات کو مسخ کرنے یا ان سے انکار کا موجب ہوں۔ مزید برآں

(۱) ابن عابدین شامی، رد المحتار علی در المختار، ۴: ۲۳۷

ان میں سے ہر قنۃ ”خروج عن الاسلام“ اور ”ارتداد“ کا باعث بنے۔ اور ”اِختلافِ کثیر“ بن کر اُمت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دے۔ احداث و بدعت کے اس مفہوم کی روشنی میں وہ لوگ جو:

✽ حضرت علیؑ کی اُلُوہیت کا عقیدہ رکھیں۔

✽ وحی لانے میں حضرت جبرائیلؑ کی غلطی مانیں کہ وحی تو حضرت علیؑ پر لانی تھی مگر وہ غلطی سے حضرت محمد ﷺ پر لے آئے۔

✽ قرآن مجید میں تحریف یا ترمیم کا عقیدہ رکھیں۔

✽ جو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر قذف کریں۔

✽ یہ عقیدہ رکھیں کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد تین چار صحابہ کے سوا سب صحابہ مرتد ہو گئے تھے۔

✽ جو حضرت ابو بکر صدیقؓ کی صحابیت کا انکار کریں۔

ان سب کا کفر قطعی اور یقینی ہے کیونکہ مذکورہ کفریہ عقائد سے اساسِ دین میں اس قدر تغیر اور بگاڑ واقع ہو جاتا ہے کہ ان سے دین کی شکل بگڑ جاتی ہے جس کے نتیجے میں اسلام سے اخراج یا ارتداد لازم آتا ہے۔

علامہ ابن جوزی روافض کے عقائد و احوال بیان کرنے کے بعد باطنیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الباطنية قوم تستروا بِلِاسلام ومالوا الى الرفض وعقائدهم  
وأعمالهم تباین الإسلام بالمرة فمحصول قولهم تعطيل الصانع  
وإبطال النبوة والعبادات وإنكار البعث ولكنهم لا يظهرون هذا  
فى اول أمرهم. بل يزعمون أن الله حق وأن محمداً رسول الله

والدین صحیح لکنہم یقولون لذلک سرّ غیر ظاہر وقد تلاعب  
بہم إبلیس فبالغ و حسن لهم مذاهب مختلفة۔<sup>(۱)</sup>

”باطنیہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام کو چھپاتے ہیں اور اس کے انکار کی طرف راغب ہیں۔ ان کے عقائد و اعمال کلی طور پر اسلام کے خلاف ہیں۔ مثلاً ان کے عقیدے کے مطابق کائنات کے خالق کی حیثیت معطل ہے۔ مزید برآں وہ نبوت، عبادات، اور بعثت کا ابطال کرتے ہیں لیکن وہ ابتدائی طور پر اس امر کا اظہار نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ اللہ حق ہے، محمد ﷺ اللہ کا رسول ہے اور دین صحیح ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک سرّ اور غیر ظاہر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے انہیں دھوکے میں رکھا اور مختلف گمراہ مذاہب حسین کر کے دکھائے۔“<sup>(۲)</sup>

## ۶۔ قدریہ

کفار و مشرکین اپنے شرک اور اعمالِ فاسدہ کو جواز فراہم کرنے کے لیے تقدیر کا سہارا لیتے تھے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا  
مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ۔<sup>(۳)</sup>

”اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی پرستش نہ کرتے، نہ ہی ہم اور

(۱) ابن جوزی، تلبیس إبلیس: ۱۰۲

(۲) باطنیہ اور اس کے دیگر فرق باطلہ کی تفصیلات کے لیے عبد القاہر بغدادی کی ”الفرق بین الفرق (ص: ۱۱۳)“، ابن تیمیہ کی ”مجموع الفتاوی (۲۸: ۳۶۸-۳۸۳) اور ابو زہرہ کی ”تاریخ المذاهب الإسلامية (ص: ۴۴-۵۹)“ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) القرآن، النحل، ۱۶: ۳۵

نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم اس کے (حکم کے) بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔“

ان کفار و مشرکین کا مدعا یہ تھا کہ اگر اللہ کے نزدیک ہمارے یہ اعمال ناپسندیدہ ہوتے تو وہ سختی سے ہمیں ان سے منع کر دیتا اور ہم وہ کام کرنے کے قابل نہ رہتے۔ اللہ ﷻ نے ان کے ان شبہات کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ (۱)

”تو کیا رسولوں کے ذمہ (اللہ کے پیغام اور احکام) واضح طور پر پہنچا دینے کے علاوہ بھی کچھ ہے؟“

ارشاد باری تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اے منکرینِ حق! معاملہ اس طرح نہیں ہے جس طرح تم گمان کرتے ہو کہ اللہ نے تمہیں ان اعمالِ باطلہ سے منع نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس اُس نے تمہیں ان امور سے سختی سے منع کیا ہے اور ان سے بچتے رہنے کی تاکید کی ہے۔ اس مقصد کے حصول اور پیغامِ حق کے ابلاغ کے لیے اُس نے ہر اُمت اور انسانوں کے ہر طبقے میں اپنے رسول بھیجے۔ (۲)

مشرکینِ قریش تقدیر کے بارے میں جھگڑا کرتے تھے اور اللہ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کو ترک کرنے میں اسے حجت ٹھہراتے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ اور اُمت کو قدریہ کے خیالات و نظریات سے دور رہنے اور ان سے قطع تعلق کی تلقین کی ہے اور قدریہ کو اس اُمت کے مجوسی قرار دیا ہے۔ امام ابو داؤد (۲۷۵ھ) نے کتاب السنۃ میں نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

القدریة مجوس هذه الأمة إن مرضوا فلا تعودوهم وإن ماتوا فلا

(۱) القرآن، النحل، ۱۶: ۳۵

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۴: ۱۹۳

تشہدوہم۔ (۱)

”قدریہ اس اُمت کے مجوس ہیں۔ اگر یہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہونا“

مسئلہ قدر پر بحث و تمحیص کا آغاز دور صحابہ کے آخر میں عبد الملک بن مروان بن حکم (۸۶ھ) کے عہد میں ہوا۔ (۲) پہلا شخص جس نے تقدیر پر کلام کیا معبد الجہنی تھا۔ (۳) امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ قدر پر سب سے پہلے بحث کا آغاز اہل عراق میں سے سوسن (۴) نامی شخص نے کیا جو پہلے نصرانی تھا پھر مسلمان ہوا اور اس کے بعد دوبارہ عیسائی ہو گیا۔ اس کے نظریات کو معبد الجہنی نے اختیار کیا جسے عبد الملک بن مروان نے ۸۰ھ میں قتل کروا دیا تھا (۵) اور معبد الجہنی سے اس عقیدے کو غیلان بن مسلم دمشقی نے لیا اور آگے پھیلا یا۔ (۶)

معتزلہ نے قدر کے حوالے سے یہ موقف اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ افعال العباد کو ان کے وقوع سے قبل جاننے والا ہے لیکن افعال شر اس کی مشیت اور تخلیق میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ فقط بندوں کے افعال ہیں۔ اس کے بعد قدریہ کے کئی گروہ بن گئے اور ہر فرقہ دوسرے کی تکفیر کرنے لگا۔ (۷)

(۱) ۱- أبو داؤد، السنن، کتاب السنة، باب فی القدر، ۴: ۲۲۲، رقم: ۴۶۹۱

۲- ابن ابی عاصم، کتاب السنة، ۱: ۱۴۴

۳- أحمد، المسند، ۵: ۶۰۶

(۲) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۴: ۲۶۴

(۳) ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، ۳: ۷۵

(۴) ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۱۰: ۲۲۶

(۵) ذہبی، العبر فی خبر من غیر، ۱: ۶۸

(۶) ۱- اللکائی، إعتقاد أهل السنة والجماعة، ۱: ۴۲۱، رقم: ۱۳۹۸

۲- ابن کثیر، البدایة والنہایة، ۹: ۳۴

(۷) عبد القاہر بغدادی، الفرق بین الفرق: ۱۱۴

معتزلہ کہتے تھے کہ عدلِ الہیہ کا تقاضا ہے کہ اگر انسان کے لئے سزا اور جزا کا مستوجب ہونا ضروری ہے تو اس کا اپنے افعال میں آزاد ہونا بھی ضروری ہے۔<sup>(۱)</sup>

## قرونِ اولیٰ میں مستحبات پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا تھا

قرونِ اولیٰ میں مستحبات اور مستحبات یعنی نیکی اور بھلائی کے امور پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ حضور ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی احداث و بدعت کے مفہوم اور اس کے دائرے کو متعین فرما کر واضح کر دیا تھا کہ کس سطح کے امورِ محدثات و بدعات ہوں گے اور کون سے نہیں۔ اگر ہر نئے کام کو اس کی ماہیت، افادیت، مقصدیت اور مشروعیت کا تجزیہ کیے بغیر بدعت قرار دے کر مذموم تصور کر لیا جائے تو عہدِ خلافتِ راشدہ سے لے کر آج تک لاکھوں شرعی، اجتہادی اور اجتماعی فیصلے، احکام، مذہبی رسوم اور معاملات معاذ اللہ ضلالت و گمراہی قرار پاتے اور ہمیشہ کے لئے دینی معاملات میں اجتہاد و استفسان اور مصالِح و استصلاح کا دروازہ بند ہو جاتا جس سے لامحالہ بدلتے ہوئے حالات میں اسلام کا قابلِ عمل ہونا بھی ناممکن ہو جاتا۔ پس اگر کوئی عمل نہ قرآن میں مذکور ہو اور نہ ہی رسول ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہو اور بعد ازاں امت کے صلحاء و علماء از خود کسی نئے عمل یعنی ’بدعتِ مباحہ‘ کو اپنالیں لیکن اس کا محرک رضائے الہی کا حصول ہو تو انما الاعمال بالنیات<sup>(۲)</sup> کے تحت یہ بدعت بھی عند اللہ مقبول اور باعثِ اجر و ثواب قرار پا جائے گی، اسی کو بدعتِ حسنہ یا امرِ مستحسن کہتے ہیں۔

نیکی اور بھلائی کے چھوٹے چھوٹے امور پر بدعت اور احداث کا اطلاق کرنا

(۱) الشہرستانی، الملل والنحل، ۱: ۵۴

(۲) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب بدء الوحي، باب کیف كان بدء الوحي لالی

رسول اللہ ﷺ، ۱: ۳، رقم: ۱

۲- ابوداؤد، السنن، کتاب الطلاق، باب فيما عني به الطلاق والنيات، ۲:

۲۲۰۱، رقم: ۲۲۰۱

۳- ابن ماجہ، السنن، کتاب الزهد، باب النية، ۲: ۱۴۱۳، رقم: ۴۲۲۷

بذات خود محدثہ اور ضلالت ہے۔ اسی طرح دین کے اُمورِ صالحات، نفلی عبادات اور خیرات و صدقات یہ سب نہ دین کی ضروریات میں سے ہیں اور نہ ہی ضروریاتِ دین میں اضافہ ہیں لہذا ایسے جملہ اُمور کو بدعت کہنا فتنہ پروری اور حکمتِ دین کے خلاف ہے، کیونکہ حضور ﷺ اور خلفاءِ راشدین نے دین میں احداث اور بدعت صرف فتنہ، ارتداد، فتنہ، انکارِ زکوٰۃ اور فتنہ، ادعائے نبوت کی سطح کے اُمور کو کہا ہے اور اس کے علاوہ دیگر تمام مستحبات و مستحبات اور حسنات و صالحات کی تشہین کی ہے۔

ہر نئی چیز کو بدعت جان کر گمراہی پر محمول کرنا نہ صرف ایک غلط فہمی اور مغالطہ ہے بلکہ علمی و فکری اعتبار سے باعثِ ندامت اور قابلِ افسوس نقطہ نظر بھی ہے۔ اگر بدعت کے اس مفہوم کو گمراہی کا معیار قرار دے دیا جائے تو عصرِ حاضر اور اس کے بعد ہونے والی تمام علمی و سائنسی ترقی سے آنکھیں بند کر کے ملتِ اسلامیہ دوسری تمام غیر دینی، باطل اور طاغوتی اقوام و ملل کے مقابلے میں عاجز و محتاج اور عصری تقاضوں سے نا بلد و نا آشنا ہو کر رہ جائے گی۔ وعدہ خداوندی کے تحت دینِ اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرنے اور اسلامی تہذیب و ثقافت، مذہبی اقدار اور نظامِ حیات میں برتری اور ارتقاء کے حصول کی تمام کوششیں غیر مؤثر ٹھہریں گی۔ دین کی اسی حکمت کے پیش نظر قرونِ اولیٰ میں اجتہادی اور استنباطی نوعیت کے نئے اُمور پر بدعتِ ضلالت کا اطلاق نہیں ہوتا تھا بلکہ ضرورت و مصلحتِ دین کے تحت ایسے اجتہادات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اس حوالے سے چند نظائر و واقعات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ جمع و تدوینِ قرآن کے لیے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ وقت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ حالات کا تقاضا ہے کہ قرآن کو فوری طور پر ایک کتابی صورت میں یکجا کر دیا جائے تاکہ اس کی حفاظت کا مستقل انتظام ہو سکے تو ابتداءً سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ذہن فوراً اس طرف گیا کہ جو کام حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں نہیں کیا وہ میں کیوں کروں لہذا انہوں نے فرمایا: کیف أفعال شیتنا؟ ما لم یفعله رسول اللہ

ﷺ؟<sup>(۱)</sup> (میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟)۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بصیرت افروز نگاہیں اُس حکمت و مصلحت اور بھلائی کا مشاہدہ کر رہی تھیں جو جمعِ قرآن میں مضمر تھی، لہذا انہوں نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین! درست ہے کہ یہ کام ہمارے آقا ﷺ نے جو وہ اپنی ظاہری حیاتِ مقدسہ میں نہیں کیا لیکن ہو و اللہ خیر<sup>(۲)</sup> (اللہ کی قسم! یہ بہت اچھا اور بھلائی پر مبنی ہے)، لہذا ہمیں اسے ضرور کرنا چاہئے۔

اس گفتگو کے دوران سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو انشراح صدر نصیب ہوا لہذا انہوں نے جب حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو جمعِ قرآن کے بارے میں فرمایا تو ابتدائی طور پر ان کے ذہن میں بھی وہی سوالات پیدا ہوئے جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں ابھرے تھے لہذا کہنے لگے: کیف تفعلان شیئا؟ لم یفعله النبی ﷺ فقال: ابوبکر ہو واللہ خیر<sup>(۳)</sup> (آپ وہ کام کس طرح کرتے ہیں جس کو حضور ﷺ نے نہیں کیا؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ بہتر کام ہے)۔

(۱) ۱- بخاری، الصحيح، کتاب التفسیر، باب قوله لقد جاءكم رسول، ۴:

۱۷۲۰، رقم: ۲۴۰۲

۲- بخاری، الصحيح، کتاب الاحکام، باب يستحب للکاتب ان یکون

امیناً قلاً، ۶: ۲۶۲۹، رقم: ۶۷۶۸

۳- ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب التفسیر، باب من سورة التوبة، ۵:

۲۸۳، رقم: ۳۱۰۳

۴- نسائی، السنن الکبریٰ، ۵: ۷، رقم: ۲۲۰۲

۵- احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۳، رقم: ۷۶

۶- ابن حبان، الصحيح، ۱۰: ۳۶۰، رقم: ۴۵۰۶

۷- طبرانی، المعجم الکبیر، ۵: ۱۲۶، رقم: ۴۹۰۱

(۲) ایضاً

(۳) بخاری، الصحيح، کتاب التفسیر، باب قوله لقد جاءكم رسول، ۴:

۱۷۲۰، رقم: ۲۴۰۲

مذکورہ حدیث مبارکہ میں اہم بات یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ کیف تفعلان شیناً لم یفعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور نہ ہی اس کام کے نیا ہونے کا انکار کیا ہے بلکہ ان کے سوال کے جواب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ دہرائے کہ ”هو والله خیر“ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قرون اولیٰ میں ہر وہ نیا کام جو نبی بر حکمت و مصلحت اور موافق دین ہوتا نہ صرف اسے جائز تصور کیا جاتا بلکہ ایسے امور کا بجا لانا سنت صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھا۔

۲۔ احادیث مبارکہ میں مذکور ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں رمضان المبارک میں تین راتیں نماز تراویح باجماعت پڑھائی۔ اس کے بعد فرض ہو جانے کے خوف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی گھر میں ہی پڑھتے رہے اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انفرادی طور پر اپنی اپنی نماز تراویح پڑھ لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے بعد سیدنا عمر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اڑھائی سالہ دور خلافت میں بھی صحابہ کا یہی معمول رہا۔ جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور آپ نے دیکھا کہ رمضان المبارک میں لوگ مختلف شکلوں میں نماز تراویح ادا کر رہے ہیں۔ تو اس خیال سے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اندر مساجد کو آباد کرنے کا ذوق بھی کم ہو سکتا ہے اور اگر صورت حال یہی رہی تو عین ممکن ہے کسی وقت لوگ نماز تراویح پڑھنا ہی ترک کر دیں، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصد کو پختہ فرما کر سب کو حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے جو حافظ قرآن تھے نماز تراویح باجماعت پڑھنے کے لئے مجتمع فرمایا۔ حضرت عبد الرحمن بن عبد القاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جب دوسری رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نعم البدعة هذه والتي ينامون عنها أفضل من التي يقومون يريد

آخر اللیل و کان الناس یقومون أوّلہ۔<sup>(۱)</sup>

”یہ کتنی اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے اس سے بہتر وہ حصہ ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں مراد رات کا آخری حصہ تھا جبکہ لوگ پہلے حصے میں قیام کرتے تھے۔“

اس روایت میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود ”نعم البدعة هذه“ فرما کر واضح کر دیا کہ دین میں ہر نیا کام بدعتِ ضلالہ نہیں ہوتا بلکہ بے شمار نئے امورِ حسنہ بھی ہوتے ہیں وگرنہ آج تک امتِ مسلمہ کے جو افرادِ رمضان المبارک کی بابرکت راتوں میں مساجد میں نماز تراویح کی صورت میں اکٹھے ہو کر قرآن سنتے ہیں یہ بھی ناجائز ہوتا مگر ہمیشہ یہ امر مستحسن رہا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دورِ صحابہ میں مبنی بر خیر نئے امور کو استحسان کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور ہر نئے عمل پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔

۳۔ امام بخاری<sup>(۲۵۶ھ)</sup> مساجد میں نماز جمعہ سے قبل جو دوسری اذان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَنَّ النَّاذِينَ الثَّانِي يَوْمَ الْجُمُعَةِ أَمْرٌ بِهِ عَشْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ حِينَ كَثُرَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ۔<sup>(۲)</sup>

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲:

۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

۲۔ مالک، المؤطا، ۱: ۱۱۳، رقم: ۲، ۲۵۰:

۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

۴۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۲: ۴۹۳، رقم: ۳۳۷۹

۵۔ بیہقی، شعب الايمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجمعة، باب الجلوس على المنبر، ۱: ۳۱۰،

رقم: ۸۷۳

۲۔ شمس الحق، عون المعبود، ۳: ۳۰۲

”جمعہ کے دن دوسری اذان (یعنی وہ اذان جو وعظ سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ یہ ترتیب میں پہلی اذان ہے۔) کا حکم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیا جب مسجد میں آنے والوں کی تعداد زیادہ ہو گئی۔“

علامہ ابن رجب حنبلی (۷۹۵ھ) جمعہ کی پہلی اذان کو بدعت حسنہ قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

ومن ذلك أذان الجمعة الأول زاده عثمان لحاجة الناس إليه، و أقره عليّ واستمرّ عمل المسلمين عليه. وروى عن ابن عمر أنه قال: هو بدعة، ولعله أراد ما أراد أبوہ في قيام شهر رمضان۔<sup>(۱)</sup>

”اور اسی طرح جمعہ کی پہلی اذان ہے جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر زیادہ کیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر قائم رہے اور اس پر لوگوں نے عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے جمعہ کی دوسری اذان کے بارے میں فرمایا کہ وہ بدعت ہے۔ شاید ان کی مراد بھی وہی ہو جو ان کے والد کی قیام رمضان کے بارے میں تھی (یعنی یہ نعم البدعة ہے)۔“

مذکورہ بالا تینوں امور اگرچہ حیات نبوی میں موجودہ صورت میں رواج پذیر نہیں تھے لیکن چونکہ مبنی بر خیر و حکمت تھے لہذا صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک افراد امت ان پر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں اور ان امور حسنہ پر کسی نے بھی کبھی بدعت ضلالت کا اطلاق نہیں کیا۔

www.MinhajBooks.com

..... ۳۔ وادایشی، تحفة المحتاج، ۱: ۵۰۶، رقم: ۶۲۴

۴۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۳: ۳۲۳

(۱) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۳: ۲۵۲

## تابعین اور تبع تابعین اہل بدعت سے اجتناب کرتے تھے

حضور ﷺ نے دینِ اسلام کے خلاف احداث و بدعت کے مرتکبین اور فتنہ پروروں کی شدید مذمت فرمائی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تمام اپنے اپنے ادوار میں اہل بدعت اور اہل ہوا سے اجتناب کرتے تھے اور عام لوگوں کو بھی ان سے دور رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ ذیل میں ہم نفسِ مضمون سے متعلق پہلے چند احادیثِ نبویہ پیش کریں گے پھر اس کے بعد اسی حوالے سے تابعین اور تبع تابعین کے اقوال درج کریں گے جس سے یہ حقیقت مترشح ہو جائے گی کہ اخیرِ امت شروع سے ہی اہل بدعت سے اجتناب کرتے چلے آ رہے ہیں۔

۱۔ امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) اور امام مسلمؒ (۲۶۱ھ) نے حضرت علیؓ سے حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے جس میں آپ ﷺ نے نئے فتنے پیدا کرنے والے بدعتیوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

المدينة حرم ما بين عير إلى ثور فمن أحدث فيها حدثاً أو أوى  
مُحدثاً فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين لا يقبل منه يوم  
القيامة صرف ولا عدلٌ۔<sup>(۱)</sup>

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الفرائض، باب إثم من تبرأ من مواليه، ۶:

۲۳۸۲، رقم: ۶۳۷۴

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الحج، باب فضل المدينة، ۲: ۹۹۵، رقم:

۱۳۷۰

۳۔ ابو عوانہ، المسند، ۳: ۲۳۹، رقم: ۳۸۱۲

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۸۱، رقم: ۶۱۵

۵۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۱: ۲۲۸، رقم: ۲۶۳

۶۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۵: ۱۹۶، رقم: ۹۷۳۳

”مدینہ منورہ مقامِ عمیر سے لے کر مقامِ ثور تک حرم ہے۔ جس نے اس میں کوئی فتنہ پیدا کیا یا کسی فتنہ پرور کو پناہ دی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے، قیامت کے روز نہ اس کا کوئی فرض قبول ہوگا اور نہ نفل“

۲۔ امام ابن ماجہ (۲۷۳ھ) نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین میں نئے فتنے پیدا کرنے والوں کی کوئی عبادت قبول نہیں مزید برآں وہ دین سے ایسے خارج ہو جائیں گے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لا يقبل الله لصاحب بدعة صومًا و لا صلوةً و لا صدقةً و لا حجًا  
و لا عمرةً و لا جهادًا و لا صرفًا و لا عدلاً يخرج من الاسلام  
كما تخرج الشعرة من العجين۔ (۱)

”اللہ تعالیٰ کسی فتنہ پرور کا روزہ، نماز، صدقہ، حج و عمرہ اور جہاد قبول نہیں کرتا اور نہ کوئی فرضی عبادت قبول کرتا ہے نہ نفلی، بدعتی اسلام سے ایسے خارج ہو جاتا ہے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔“

۳۔ امام ابو القاسم ہمتہ اللہ لا لکائی (۴۱۸ھ) نے عن ہشام بن حسان عن  
..... ۴۔ ابو نعیم اصبہانی، المسند المستخرج علی صحیح الأمام مسلم، ۴:

رقم: ۳۱۷۳

۸۔ طیلوسی، المسند، ۱: ۲۶، رقم: ۱۸۴

(۱) ۱۔ ابن ماجہ، السنن، باب إجتناہ البدع والجدل، ۱: ۱۹، رقم: ۴۹

۲۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۱: ۴۶، رقم: ۸۷

۳۔ کنانی، مصباح الزجاجة، ۱: ۱۰، رقم: ۱۸

۴۔ مناوی، فیض القدير، ۱: ۷۳

۵۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۶: ۳۷۴، رقم: ۵۵۸۳

الحسن کے طریق سے بھی اسی قسم کی ایک روایت نقل کی ہے۔<sup>(۱)</sup>

۴۔ امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ) نے حضرت غضیف بن حرث الثمالیؒ سے حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ما أحدث قوم بدعة إلا رفع مثلها من السنة فتمسک بسنة خیر من إحداث بدعة۔<sup>(۲)</sup>

”جب کوئی قوم دین میں نیا فتنہ نکالتی ہے تو اس کے مثل ایک سنت اٹھالی جاتی ہے لہذا سنت کو مضبوط پکڑنا نیا فتنہ نکالنے سے بہتر ہے۔“

۵۔ امام طبرانیؒ (۳۶۰ھ) نے حضرت انسؓ سے حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ان الله حجب التوبة عن كل صاحب بدعة۔<sup>(۳)</sup>

(۱) لالکائی، اعتقاد اہل السنة والجماعة، ۱: ۸۰

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۱۰۵، رقم: ۱۷۰۹۵

۲۔ بیہمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۸۸

۳۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۱: ۴۵، رقم: ۸۳

۴۔ مناوی، فیض القدر، ۵: ۴۱۳

۵۔ ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۱: ۲۶۶

۶۔ عبد الباقي، معجم الصحابة، ۲: ۳۱۶، رقم: ۸۵۵

(۳) ۱۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۳۷۷، رقم: ۳۹۷

۲۔ ابن ابی عاصم، السنة، ۱: ۲۱، رقم: ۳۸

۳۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۲۸۱، رقم: ۴۲۰۲

۴۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۵۹، رقم: ۹۴۵۷

۵۔ منذری، الترغیب والترہیب، ۱: ۴۵، رقم: ۸۷

۶۔ بیہمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۸۹

۷۔ ابن جوزی، العلل المتناہیة، ۱: ۱۴۵، رقم: ۲۱۱

”اللہ تعالیٰ نے ہر فتنہ پرور پر توبہ کا دروازہ بند کر دیا ہے۔“

۶۔ امام بیہقی (۷۵۸ھ) نے ابراہیم بن میسر سے حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

من وقّر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الاسلام۔<sup>(۱)</sup>

”جس نے کسی فتنہ پرور کی تعظیم و توقیر کی تو گویا اس نے اسلام کو گرانے پر اس کی مدد اور اعانت کی۔“

۷۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

ان الذين فرقوا دينهم و كانوا شيعا انما هم اصحاب البدع  
واصحاب الاهواء و اصحاب الضلالة من هذه الأمة. يا عائشة ان  
لكل صاحب ذنب توبة غير اصحاب البدع و اصحاب الاهواء  
ليس لهم توبة و انا بريئ منهم و هم منا براء۔<sup>(۲)</sup>

(۱) ۱۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۷: ۳۵

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۶۱، رقم: ۹۴۶۳

۳۔ مناوی، فیض القدر، ۶: ۲۳۷

۴۔ سیوطی، شرح سنن ابن ماجہ، ۱: ۲۶۳، رقم: ۳۷۱۰

۵۔ ابو نعیم اصبہانی، حلیۃ الأولیاء، ۵: ۲۱۸

۶۔ ابن حجر عسقلانی، تہذیب التہذیب، ۲: ۲۸۱، رقم: ۵۶۷

۷۔ ذہبی، میزان الاعتدال فی تقد الرجال، ۲: ۷۳، رقم: ۱۳۳۱

(۲) ۱۔ ابو نعیم اصبہانی، حلیۃ الاولیاء، ۴: ۱۳۸

۲۔ ابن ابی عاصم، السنۃ، ۱: ۸، رقم: ۴

۳۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۷: ۹۷

۴۔ شاطبی، الاعتصام، ۱: ۶۰

”جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور فرقوں میں بٹ گئے وہ اس اُمت کے فتنہ پرور، نفس پرست اور گمراہ طبقے ہیں۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا فتنہ پروروں اور خواہش پرستوں کے علاوہ ہر گنہگار کی توبہ قبول ہوتی ہے لیکن ان کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ میں ان سے بیزار اور یہ مجھ سے بیزار ہیں۔“

۸۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۶۸ھ) آیت - یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهُ (۱) - کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

تبييض وجوه اهل السنة و تسود وجوه اهل البدعة۔ (۲)  
”روشن چہرے اہل سنت کے ہوں گے اور سیاہ چہرے اہل بدعت کے ہوں گے۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۷۳ھ) نے بھی یہی الفاظ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کئے ہیں۔ (۳)

۹۔ حضرت عبداللہ بن مبارک، امام اوزاعی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عطاء خراسانی نے فرمایا:

ما يكاد الله أن يأذن لصاحب بدعة بتوبة۔ (۴)

(۱) آل عمران، ۳: ۱۰۶

(۲) ۱۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۵: ۵۲۹

۲۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۴: ۱۰۷

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۵۸۴

۴۔ سیوطی، مفتاح الجنة، ۱: ۶۵

(۳) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۴: ۱۰۸

(۴) ۱۔ اللالكائي، إعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱: ۸۱

۲۔ ابو نعیم اصبہانی، حلیۃ الأولیاء، ۵: ۱۹۸

۳۔ مزی، تہذیب الکمال، ۲۰: ۱۱۲

”اللہ تعالیٰ کسی فتنہ پرور کی توبہ کو قبول نہیں کرتا“

۱۰۔ یوسف بن اَسباط بیان کرتے ہیں کہ محمد بن نهر الحارثی نے فرمایا:

من أصغى سمعه إلى صاحب بدعة، وهو يعلم أنه صاحب بدعة،

نزعت منه العصمة، وُوكل إلى نفسه۔<sup>(۱)</sup>

”جو اپنے کان فتنہ پروروں کی باتیں سننے پر لگائے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ وہ فتنہ

پرور ہیں تو اُس سے حفاظت کا ہاتھ اٹھا لیا جاتا ہے اور اُسے اسکے نفس کے

حوالے کر دیا جاتا ہے“

۱۱۔ امام حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لا تجالس صاحب بدعة فإنه يمرض قلبك۔<sup>(۲)</sup>

”کسی فتنہ پرور کے پاس نہ بیٹھو کیونکہ وہ تمہارے دل کو بیمار کر دے گا۔“

۱۲۔ اسماعیل الطوسی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ ابن مبارکؒ (۱۸۱ھ) نے

فرمایا:

يكون مجلسك مع المساكين، و إياك أن تجالس صاحب

بدعة۔<sup>(۳)</sup>

”تیری مجلس صرف مساکین کے ساتھ ہونی چاہیے، فتنہ پروروں کی مجالست سے

بچو۔“

(۱) لالکائی، اعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱: ۷۸

(۲) ۱۔ شاطبی، الاعتصام، ۱: ۸۳

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۴: ۳۷۴

(۳) ۱۔ لالکائی، اعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱: ۷۹

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۶۴

۳۔ ابو نعیم اصبہانی، حلیۃ الأولیاء، ۸: ۱۰۴

۱۳۔ امام اوزاعیؒ (۱۵۸ھ) بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن ابی کثیرؒ نے فرمایا:

إذا لقيت صاحب بدعة في طريق، فخذ في غيره۔<sup>(۱)</sup>

”جب تو کسی فتنہ پرور سے کبھی راستہ میں ملے تو راستے کو بدل لے۔“

۱۴۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ بدعتیوں سے دور رہنے اور ان سے رابطہ نہ رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

لا تجلس مع صاحب بدعة، أحبط الله عمله، و أخرج نور الإسلام من قلبه. وإذا أحب الله عبدًا، طيب له مطعمه. و قال صاحب البدعة لا تأمنه على دينك، ولا تشاوره في أمرك، ولا تجلس إليه، فمن جلس إلى صاحب بدعة، ورثه الله العمى. و قال في مقام آخر إنَّ لله ملائكة يطلبون حلق الذكر، فانظر مع من يكون مجلسك: لا يكون مع صاحب بدعة، فإن الله لا ينظر إليهم، و علامة النفاق أن يقوم الرجل و يقعد مع صاحب بدعة. و قال أدركت خيار النَّاس كلهم أصحاب سنة، و ينهون عن أصحاب البدع. و قال لا يرفع لصاحب بدعة إلى الله عمل۔<sup>(۲)</sup>

”فتنہ پرور کے پاس مت بیٹھو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کو ضائع کر دیا ہے“

(۱) ۱۔ لالکائی، إعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱: ۴۹

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۶۰، رقم: ۹۴۶۲

۳۔ ابو نعیم اصبہانی، حلیۃ الأولیاء، ۳: ۶۹

۴۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۲: ۲۹

(۲) ۱۔ لالکائی، إعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱: ۴۹-۸۰

۲۔ ابو نعیم اصبہانی، حلیۃ الأولیاء، ۸: ۱۰۳

۳۔ ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۸: ۴۳۵

۴۔ قرطبی، الجامع لأحكام القرآن، ۷: ۱۳

اور اسلام کا نور اس کے سینے سے نکال دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کی خوراک کو پاک کر دیتا ہے۔ مزید فرمایا کسی فتنہ پرور کو اپنے دین پر آمین نہ بناؤ نہ اس سے مشورہ لو اور نہ اس کے پاس بیٹھو۔ کیونکہ جو کسی بدعتی کے پاس بیٹھا تو اللہ تعالیٰ اس کا حشر آندھوں کے ساتھ کرے گا۔ دوسرے مقام پر فرمایا اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو ہر وقت مجالسِ ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں لہذا تو اس امر پر غور کر کہ تیرا ہم مجلس کون ہے۔ بدعتی کی مجالست اختیار نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اس پر نظرِ کرم نہیں فرماتا۔ نفاق کی علامت یہ ہے کہ کسی کی نشست و برخاست بدعتی کے ساتھ ہو۔ مزید فرمایا کہ میں نے تمام اخیر اُمت کو اُصحابِ سنت پایا ہے جو کہ بدعتیوں سے مجتنب رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ فرمایا کہ بدعتی کا کوئی عمل قبولیت کے لیے اللہ کی طرف اٹھایا نہیں جاتا“

۱۵۔ علامہ ابن جریر طبریؒ (۳۱۰ھ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا:

كَلَّ صَاحِبُ بَدْعَةٍ ذَلِيلٌ وَ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِبْلَ سَيْنَالَهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (۱)۔ (۲)  
 ”ہر فتنہ پرور ذلیل ہے پھر استدلال میں یہ آیت پڑھی (بیشک جن لوگوں نے چھڑے کو (معبود) بنا لیا ہے انہیں ان کے رب کی طرف سے غضب بھی پہنچے گا اور دنیوی زندگی میں ذلت بھی)۔“

۱۶۔ امام حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

- (۱) الأعراف، ۷: ۱۵۲  
 (۲) ۱۔ ابن جریر طبری، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، ۹: ۷۰  
 ۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۲۹۵  
 ۳۔ آلوسی، تفسیر روح المعانی، ۵: ۷۰

”فتنہ پرور کے چہرے پر بدعت کی وجہ سے ذلت برستی رہتی ہے، اگرچہ وہ دنیاوی شان و شوکت رکھتا ہو۔“ (۱)

۱۷۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؓ (۱۸۱ھ) فتنہ پروروں کی ظاہری نحوست بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

صاحب البدعة علی وجه الظلمة، وإن أدهن کل يوم  
ثلاثین مرّة۔ (۲)

”فتنہ پرور کے چہرے پر ظلمت چھائی رہتی ہے اگرچہ وہ دن میں اسے تیس مرتبہ ہی تریکوں نہ کرے“

۱۸۔ امام اعمشؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا:

لیس لصاحب بدعة غيبة۔ (۳)

”بدعتی کی (فتنہ پروری کو واضح کرنا) کوئی غیبت نہیں ہے۔“

۱۹۔ اسی طرح امام حسن بصریؒ (۱۱۰ھ) بیان فرماتے ہیں:

ثلاثة لیست لهم حرمة في الغيبة: أحدهم صاحب بدعة الغالي  
ببدعته۔ (۴)

”تین افراد ایسے ہیں جن کی غیبت کرنا حرام نہیں ہے: ان میں ایک غالی بدعتی ہے جو اپنی بدعت میں بہت غلو کرنے والا ہے۔“

(۱) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۳۹۵

(۲) لالکائی، إعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱: ۸۱

(۳) لالکائی، إعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱: ۸۱

(۴) ۱۔ لالکائی، إعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱: ۸۱

۲۔ بیہقی، شعب الایمان، ۷: ۱۱۰، ۹۶۶۹

۲۰۔ مؤمل بن اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوریؒ (۱۶۱ھ) کو فرماتے ہوئے سنا:

المسلمون كلهم عندنا على حالة حسنة إلا رجلين: صاحب بدعة، أو صاحب سلطان۔<sup>(۱)</sup>

”ہمارے نزدیک دو افراد کے علاوہ تمام مسلمان اچھی حالت پر ہوتے ہیں ان میں سے ایک فتنہ پرور اور دوسرا امراء کی در پوزہ گری کرنے والا ہے“

۲۱۔ آیت فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ<sup>(۲)</sup> کے تحت علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ (۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

و استدلال بعضهم بالآية على تحريم مجالسة الفاسق و المبتدعين من اى جنس كانوا، و اليه ذهب ابن مسعود و ابراهيم و أبو وائل، و به قال عمر بن عبد العزيز۔<sup>(۳)</sup>

”بعض مفسرین نے اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ ہر قسم کے فساق اور بدعتیوں کے ساتھ بیٹھنا حرام ہے اور یہی قول عبد اللہ بن مسعودؓ، ابراہیمؓ، ابو وائلؓ اور عمر بن عبد العزیزؓ کا ہے“

۲۲۔ امام قرطبیؒ (۶۷۱ھ) اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عن الضحاك قال دخل في هذه الآية كل مُحدث في الدين مبتدع الي يوم القيامة۔<sup>(۴)</sup>

(۱) لالكائى، إعتقاد اهل السنة والجماعة، ۱: ۷۸

(۲) النساء، ۴: ۱۴۰

(۳) آلوسى، روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى، ۳: ۱۷۴

(۴) قرطبي، الجامع لأحكام القرآن، ۵: ۲۶۸

”امامِ شاکّ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے تحت ہر وہ شخص داخل ہے جو دین میں نئی بات نکالے اور قیامت تک ہر فتنہ پرور بھی اس میں شامل ہو گیا۔“

۲۳۔ علامہ فخر الدین رازیؒ (۶۰۶ھ) آیت - إِنَّ الدِّينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَ كَانُوا شِيعًا لَأَسْتَمِنْهُمْ فِى نَسِئٍ (۱) کی تفسیر میں امام تفسیر حضرت مجاہدؒ (۱۰۲ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال المجاهد إنَّ الدِّينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ هُمْ أَهْلُ الْبِدْعِ وَالشَّبَهَاتِ وَ اعْلَمَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْآيَةِ الْحَثُّ عَنْ أَنْ تَكُونَ كَلِمَةَ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةً وَ أَنْ لَا يَتَفَرَّقُوا فِي الدِّينِ وَ لَا يَتَّبِعُوا الْبِدْعَ - (۲)

”حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس اُمت میں جن لوگوں نے دین کو پارہ پارہ کیا وہ فتنہ پرور اور اہل شبہات ہیں۔ آیت کا مقصود اُمت کو اجتماعیت اور کلمہ واحدہ پر آمادہ کرنا ہے اور یہ کہ دین میں فرقہ بندیوں اور بدعات سے احتراز کرے۔“

## قرونِ اولیٰ میں بدعت کا اطلاق صرف کفریہ عقائد پر ہوتا تھا

قرونِ اولیٰ میں لفظِ بدعت کا اطلاق صرف کفریہ عقائد پر ہوتا تھا اور اس سے مراد ایسے فتن تھے جو دین کی بنیادی تعلیمات کو مسخ کر دیں یا ان کا انکار کر دیں اور یہ ارتداد پر مبنی ہوں۔ لہذا بدعات ضلالت سے مراد چھوٹے اور ہلکی نوعیت کے اختلافات نہیں بلکہ ان سے مراد اس سطح کے فتنے ہیں کہ ان میں سے ہر فتنہ ”خروج عن الاسلام“ اور ”ارتداد“ کا باعث بنے۔ آپ ﷺ کی سنت اور امرِ دین کو کاٹنے اور ”اختلاف کثیر“ بن

(۱) الأنعام، ۶: ۱۵۹

(۲) رازی، تفسیر الکبیر، ۱۳: ۹

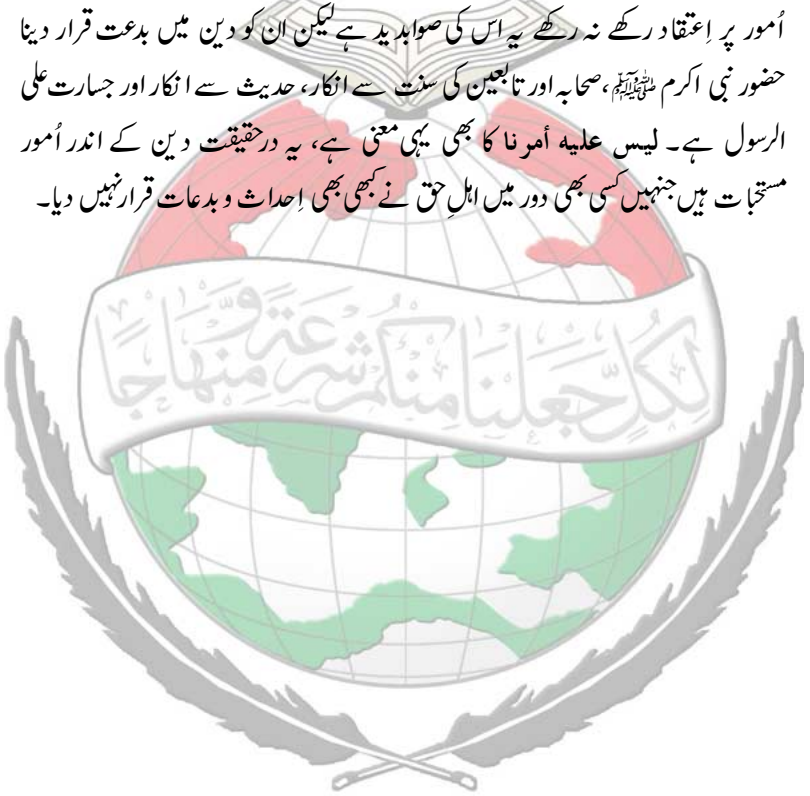
کر اُمت میں ظاہر ہو مثلاً اگر کوئی شخص دین کے بنیادی عقائد (ایمان باللہ، ملائکہ، سابقہ نازل شدہ کتب، انبیاء، یومِ آخرت، تقدیر اور بعد از موت حیات پر ایمان) میں سے کسی کا انکار، اسلام کے ارکانِ خمسہ (ایمان باللہ و الرسول، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ) میں سے کسی کا انکار، یا ارکانِ اسلام میں کمی یا زیادتی، ختمِ نبوت کا انکار، تحریفِ قرآن (کمی یا زیادتی)، سنت کا انکار، کسی خارجی فتنہ کی طرح باطل مسلک کی بنیاد، جہاد کی منسوخی، سود کا جواز، وغیرہم جیسے کفریہ عقائد گھڑ لے تو اس سطح کے فتنوں کو قیامت تک کے لیے دین میں بدعاتِ ضلالت کہیں گے، اور یہی ایسے فتنے ہیں جن کے ماننے والوں اور پیروکاروں کو جہنم کا ایندھن بنائے جانے کی وعید سنائی گئی ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں بدعت اور احداثِ فی الدین کا اطلاق چھوٹے چھوٹے فروعی اور نزاعی اختلافات پر نہیں بلکہ صرف اُن امور پر ہوتا تھا جن سے خروج عن الاسلام یا ارتداد لازم آئے اور اُمت اس احداث کی وجہ سے اختلافِ کثیر کا شکار ہو کر آپس میں بٹ جائے اور اس کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے۔ احادیثِ مبارکہ میں اسی بدعتِ ضلالت کو جہنم کا ایندھن کہا گیا ہے۔ لہذا بدعت سے مراد فقط فتنہ ارتداد اور اس کی مختلف شکلیں ہیں جو حضور ﷺ کے وصال کے فوراً بعد پیدا ہوئیں یا مختلف ادوار میں بعد میں پیدا ہوں گی۔ بصورتِ دیگر اس پر بدعتِ ضلالت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ پس آج بھی کسی امر یا معاملہ پر بدعتِ ضلالت کا اطلاق کرنے کے لیے ارتداد ہی ایسا قاعدہ اور کلیہ ہے جس پر کسی بھی امر کو پرکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بدعتِ ضلالت میں شمار ہوتی ہے یا نہیں؟

لہذا چھوٹے چھوٹے فروعی اور نزاعی مسائل مثلاً میلاد، عرس، ایصالِ ثواب وغیرہ کو بدعات و گمراہی اور ”محدثاتِ الأُمور“ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ان سے نہ تو خروج عن الاسلام لازم آتا ہے اور نہ ہی ارتداد، بلکہ یہ اصلاً شریعت سے ثابت ہیں۔ جبکہ ”محدثاتِ الأُمور“ ان فتنوں کو کہا گیا جن کی وجہ سے اُمت میں اختلافِ کثیر پیدا

ہوا، اور امتِ آپس میں بٹ گئی حتیٰ کہ الگ الگ لشکر بنے، جنگیں ہوئیں اور ہزاروں افراد ان فتنوں کے باعث شہید ہوئے۔

تعجب ہے ان لوگوں پر جنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کے میلاد اور ایصالِ ثواب وغیرہم جسے اعمالِ حسنہ کو محدثاتِ الأمور اور بدعاتِ ضلالتہ قرار دیا ہے۔ کوئی ان امور پر اعتقاد رکھے نہ رکھے یہ اس کی صوابدید ہے لیکن ان کو دین میں بدعت قرار دینا حضور نبی اکرم ﷺ، صحابہ اور تابعین کی سنت سے انکار، حدیث سے انکار اور جسارتِ علی الرسول ہے۔ لیس علیہ أمرنا کا بھی یہی معنی ہے، یہ درحقیقت دین کے اندر امور مستحبات ہیں جنہیں کسی بھی دور میں اہل حق نے کبھی بھی احداث و بدعات قرار نہیں دیا۔



www.MinhajBooks.com

## باب چہارم

# اجتہاد اور تصور بدعت

اجتہاد برآی سے نئے امورِ حسنہ کے اجراء پر استدلال  
اجتہاد پر اجر و ثواب کی نوید  
امورِ حسنہ کا اجراء اور تصور بدعت

[www.MinhajBooks.com](http://www.MinhajBooks.com)



[www.MinhajBooks.com](http://www.MinhajBooks.com)

زندگی کی تمام تر ارتقا پذیری اجتہاد ہی کی مرہونِ منت ہے۔ مجتہدین کا سب سے بڑا کارنامہ ہی ممکناتِ حیات کو بروئے کار لا کر انہیں ترقی کی راہ پر لگانا ہے۔ دینِ اسلام کی فطرت میں اللہ ﷻ نے ایسی خوشگوار اور ابدی لچک رکھی ہے کہ اگر ایک طرف یہ تمام احوال و ظروف اور زمان و مکان کے مطابق معاشرے کی انفرادی اور اجتماعی ضروریات کو پورا کرتا ہے تو دوسری طرف اپنے تمام اساسی اور بنیادی اصولوں کو قائم رکھتے ہوئے اپنی ہیئتِ اصلیہ کو کبھی برقرار رکھتا ہے۔ ذیل میں ہم چند احادیثِ نبویہ کی روشنی میں ”اجتہاد اور تصورِ بدعت“ کے حوالے سے تفصیلات بیان کریں گے تاکہ نفسِ مضمون سے متعلق ذہنوں میں پائے جانے والے ابہام کو دور کیا جاسکے۔

## أَجْتَهَدُ بِرَأْيِي سِوَى نِعْمَةِ أُمُورٍ حَسَنَةٍ كَيْفَ اجْتِهَادٍ عَلَى سَبِيلِ التَّحْقِيقِ

اگر کسی مسئلہ کا کوئی حل قرآن مجید اور سنتِ نبوی ﷺ دونوں سے نہ ملے تو اجتہاد کرنا نہ صرف جائز بلکہ حکمِ نبوی پر مبنی ہے۔ یہ حکم از خود نئے کام کو جو قرآن و سنت میں نہ تھا، محض خیر اور دینی ضرورت و مصلحت کی بنا پر نہ صرف جواز فراہم کر رہا ہے بلکہ خود اس عملِ اجتہاد کو بھی سنت بنا رہا ہے۔ اس حقیقت پر حدیثِ معاذ بن جبل ؓ شاہدِ عادل ہے۔ امام ابو داؤدؒ (۲۷۵ھ) اپنی ”السنن“ میں کتابِ الأفضیہ، باب اجتہاد الرأی فی القضاء میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل ؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجتے وقت حضور نبی اکرم ﷺ نے اُن سے پوچھا:

کیف تقضى إذا عرض لك قضاء؟ قال: أقضى بكتاب الله قال:

فإن لم تجد في كتاب الله؟ قال: فبسنة رسول الله ﷺ قال: فإن

لم تجد في سنة رسول الله ﷺ ولا في كتاب الله؟ قال: أجتهد برأي ولا آلو قال: فضرب رسول الله ﷺ صدره، فقال: الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله ﷺ لما يرضي رسول الله ﷺ۔ (۱)

’’(اے معاذ!) جب آپ کے سامنے کوئی معاملہ پیش کیا جائے گا تو آپ کس طرح اس کا فیصلہ کریں گے؟ تو انہوں نے عرض کیا: میں کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو اس معاملے کو کتاب اللہ میں نہ پائے تو اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ پھر میں سنت رسول کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ پھر حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اگر تو اس معاملے کا حل سنت رسول ﷺ اور کتاب اللہ میں بھی نہ پائے تو انہوں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے (اپنا دسہ شفقت) میرے سینے پر مارا اور فرمایا تمام تعریفیں اس خدا کی ہیں جس نے اپنے رسول ﷺ کے نمائندہ کو ایسی توفیق بخشی جو اس کے رسول ﷺ کی رضا کا

(۱) ۱۔ ابو داؤد، السنن، کتاب القضاء، باب إجتہاد الرائي في القضاء،

۳۰۳:۳، رقم: ۳۵۹۲

۲۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الأحکام، باب ما جاء في القاضي، ۳:

۶۱۶، رقم: ۱۳۲۷

۳۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۱۱۳، رقم: ۲۰۳۳۹

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۴: ۵۳۳

۵۔ طیالسی، المسند، ۱: ۷۶، رقم: ۵۵۹

۶۔ عبد بن حمید، المسند، ۱: ۷۲، رقم: ۱۲۴

۷۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۰: ۱۷۰، رقم: ۳۶۲

”سبب ہے۔“

اس حدیثِ مبارکہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے الفاظ ”أَجْتَهَدُ بِرَأْيِي“ اور اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضَىٰ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم“ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے جواب پر نہ صرف اطمینان کا اظہار کیا گیا بلکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو امر قرآن و سنت میں نہ ہو بلکہ اجتہاد اور رائے محمود کی بنیاد پر طے کیا جائے تو یہ نہ صرف مستحسن ہے بلکہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا منظور شدہ طریق ہے۔ یہی اصول ”بدعتِ حسنہ“ میں کارفرما ہے جو اس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نئے نئے پیش آمدہ مسائل میں رائے اور اجتہاد سے کام لینے اور اپنی فہم و بصیرت سے پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ جوڑی (۷۵۱ھ) ”اعلام الموقعین“ میں نقل کرتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بعض ناگزیر حالات میں اپنی رائے سے اجتہاد اور اہل علم سے مشورہ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ (۷۶۱ھ) کو فرمایا:

أَنْ أَقْضِ بِمَا اسْتَبَانَ لَكَ مِنْ قَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ  
كُلَّ أَقْضِيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاقْضِ بِمَا اسْتَبَانَ لَكَ مِنْ أُمَّةِ  
الْمُهْتَدِينَ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمْ كُلَّ بِمَا قَضَيْتَ بِهِ أُمَّةَ الْمُهْتَدِينَ فَاجْتَهِدْ  
رَأْيَكَ وَاسْتَشِرْ أَهْلَ الْعِلْمِ وَالصَّلَاحِ۔<sup>(۱)</sup>

”جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے ظاہر ہو اس کے مطابق فیصلہ کرو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فیصلوں کا علم نہ ہو تو ہدایت یافتہ ائمہ کے مطابق فیصلہ کرو اور اگر ان کے بھی تمام فیصلوں کا علم نہ ہو تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور اہل علم و صلاح سے مشورہ کرو۔“

(۱) ابن قیم، اعلام الموقعین: ۹۷

ان احادیثِ مبارکہ سے یہ اصول بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اگر نفس الامر اور اس کا حل خود قرآن و سنت سے ثابت نہیں تو اس کے حل کا طریق جو مبنی بر ”رائے و اجتہاد“ ہے وہ تو سنت سے ثابت ہے۔ لہذا ”نفس الامر اور اس کا حل“ نیا ہونے کی بنا پر تو ”بدعت“ ہوئے مگر اس حل کا طریق مشروع ہے اس لئے تابع سنت ہوا۔ سو ”نئے پن“ نے اس عمل کو بدعت لغوی بنایا تھا اور طریق کی مشروعیت نے اسے بدعت حسنہ بنا دیا۔ یہی وہ دائمی اصول ہے جو دین اسلام کی تعلیمات کو زمانوں اور معاشروں کے بدلتے ہوئے حالات اور زندگی کے نئے تقاضوں کی تکمیل کے لئے ابداً لادائم تک تحریک اور تسلسل دیتا ہے، اسی اصول کے باعث اسلامی نظام حیات میں جمود پیدا نہیں ہونے پاتا۔ یہی اصول اسلامی احکام کی دائمی اور متحرک عملیت (dynamism) اور لایزال مطلقیت (un-ending compatability) برقرار رکھتا ہے جس سے اس نظام کی تازگی ہمیشہ قائم رہتی ہے۔

## اجتہاد پر اجر و ثواب کی نوید

جب کوئی مجتہد خلوص نیت کے ساتھ کسی حکم کا استنباط کرتا ہے اور وہ حکم درست ہو تو اسے اللہ کی طرف سے دو اجر ملتے ہیں اور اگر وہ حکم درست نہ ہو بلکہ غلط ہو تب بھی اس مجتہد کو اپنے اجتہاد پر ایک اجر ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ  
ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ۔ (۱)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الاعتصام، باب اجر الحاكم إذا اجتهد، ۶:

۲۶۷۶، رقم: ۶۹۱۹

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الأفضیہ، باب بیان اجر الحاكم إذا اجتهد

فأصاب أو أخطأ، ۳: ۱۳۴۲، رقم: ۱۷۱۶

۳۔ ترمذی، الجامع الصحيح، ابواب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی

یُصیب ویخطئ، ۳: ۶۱۵، رقم: ۱۳۲۶

”جب کوئی حاکم اجتہاد سے فیصلہ کرے اور صحیح فیصلہ کر دے تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور جب اجتہاد سے فیصلہ کرے اور اس سے غلطی ہو جائے تو بھی اس کے لئے ایک اجر ہے۔“

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مجتہد کی اس قدر حوصلہ افزائی کیوں کہ غلطی اور خطا پر بھی اسے ”اجر“ سے نوازا جائے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اگر مجتہدین و محققین کو اس امر کا پابند کر دیا جائے کہ وہ نظام الأحکام کو صرف عہد رسالت اور عہد صحابہ کے قضایا اور نظائر تک محدود رکھیں اور نئے اقدامات کو بدعت سمجھ کر چھوڑ دیں تو قدیم اور جدید میں فاصلے برقرار رہتے۔ جس کے نتیجے میں لامحالہ اسلامی طرز زندگی جمود کا شکار ہو جاتی، چونکہ مجتہد نئے فیصلوں کے ذریعے امکان جمود کو ختم کرتا ہے، احکام شریعت کے تحریک و تسلسل کے برقرار رہنے کا باعث بنتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ غلط نتیجہ برآمد ہونے کی صورت میں بھی اخلاص اور نیک نیتی پر مبنی اس کی مجتہدانہ کاوش اور جرأت کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ فیصلہ صاف ظاہر ہے ایک ”نیا قدم“ ہی ہوگا۔ اگر نصوص قرآن و سنت یا عہد رسالت و عہد صحابہ سے ثابت ہوتا تو اجتہاد نہ کہلاتا بلکہ وہ حکم منصوص ہی ہوتا چونکہ وہ اساسی مصادر سے یا زمانہ تشکیل سنت سے ثابت نہیں ہے اس لئے لغت بدعت ہے، طریقہ اجتہاد ہے، ضرورت مصلحت ہے اور حکماً ”حسنہ“ ہے۔ اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ یہی ”اجتہاد ماجوز“ ہے اور یہ حکم رسول ﷺ ہے۔ اور اصلاً سنت نبوی ﷺ کے تابع ہے۔

۴۔ ابوداؤد، السنن، کتاب القضاء، باب فی القاضی یخطی، ۳: ۲۹۹، رقم:

۳۵۷۴

۵۔ نسائی، السنن، کتاب آداب القضاة، باب الاصابة فی الحكم، ۸:

۲۲۳، رقم: ۵۳۸۱

۶۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأحکام، باب الحاكم یجتهد فیصیب الحق،

۲: ۷۷۶، رقم: ۲۳۱۴

## اُمورِ حسنہ کا اجراء اور تصورِ بدعت

امام مسلمؒ (۲۶۱ھ) کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقہ میں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اعمالِ خیر اور اُمورِ حسنہ کے اجراء کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

من سنّ فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها  
بعده من غير أن ينقص من أجزاها شيء ومن سنّ في الاسلام سنة  
سيئة كان عليه وزرها و وزر من عمل بها من بعده من غير أن  
ينقص من أجزاها شيء۔<sup>(۱)</sup>

”جس شخص نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اس کو اپنے عمل کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی اجر ملے گا اور ان

(۱) ۱- مسلم، الصحيح، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقہ، ۲: ۷۰۵،  
رقم: ۱۰۱۷

۲- مسلم، الصحيح، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، ۴:  
۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۳

۳- نسائی، السنن، کتاب الزکوٰۃ، باب التحريض علی الصدقہ، ۵: ۵۵،  
رقم: ۲۵۵۲

۴- ابن ماجہ، السنن، مقدمة، باب من سن سنة حسنة أو سيئة، ۱: ۷۳، رقم:  
۲۰۳

۵- احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۵۷-۳۵۹

۶- ابن حبان، الصحيح، ۸: ۱۰۱، ۱۰۲، رقم: ۳۳۰۸

۷- دارمی، السنن، ۱: ۱۲۱، رقم: ۵۱۴

۸- ابن ابی شیبہ، المصنف، ۲: ۳۵۰، رقم: ۹۸۰۳

۹- بیہقی، السنن الكبرى، ۲: ۱۷۵، رقم: ۷۵۳۱

عالمین کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس نے اسلام میں کسی برے عمل کی ابتدا کی اسے اپنے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور بعد میں اس برے کام پر عمل کرنے والوں کے عمل کا بھی گناہ ہوگا اور ان عالمین کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔“

امام یحییٰ بن شرف نوویؒ (۶۷۶ھ) مذکورہ حدیث کی شرح میں نئے اُمورِ حسنہ

کے اجراء کے حق میں دلائل دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

قوله ﷺ مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً وَ مِنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً وَ فِي الْحَدِيثِ الْآخِرِ مِنْ دَعَا إِلَى هُدًى وَ مِنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ<sup>(۱)</sup> هَذَا الْحَدِيثَانِ صَرِيحَانِ فِي الْحَثِّ عَلَى اسْتِحْبَابِ سَنَّ الْأُمُورِ الْحَسَنَةِ وَ تَحْرِيمِ سَنَّ الْأُمُورِ السَّيِّئَةِ۔<sup>(۲)</sup>

”حضور ﷺ کا فرمان ”مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً وَ مِنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً“ اور ایک دوسری حدیث مبارکہ ”مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى وَ مِنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ“ یہ دونوں

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، و من دعا إلى هدى او ضلالة، ۴: ۲۰۶، رقم: ۲۶۷۴

۲۔ ترمذی، السنن، کتاب العلم عن رسول الله ﷺ، باب ما جاء فيمن دعا إلى هدى فاتبع او إلى ضلالة، ۵: ۴۳

۳۔ ابو داؤد، السنن، کتاب السنة، باب لزوم السنة، ۴: ۲۰۱، رقم: ۴۶۰۹،

۴۔ ابن ماجہ، السنن، المقدمة، باب من سن سنة حسنة او سيئة، ۱: ۷۵، رقم: ۲۰۶

۵۔ ابن حبان، الصحيح باب ذكر الحكم فيمن دعا إلى هدى او ضلالة فاتبع عليه، ۱: ۳۱۸، رقم: ۱۱۲

۶۔ دارمی، السنن، ۱: ۱۴۱، رقم: ۵۱۳

۷۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۳۹۷، رقم: ۹۱۴۹

۸۔ ابو عوامة، المسند، ۳: ۴۹۴، رقم: ۵۸۲۳

(۲) نووی، شرح صحيح مسلم، ۲: ۳۴۱

احادیث اُمورِ حسنہ کے اجراء کے استحباب اور اُمورِ سیدہ کے اجراء کی ممانعت پر صریحاً دال ہیں۔“

اگر کچھ تعمق اور تفکر سے کام لیا جائے تو یہ واضح ہو جائیگا کہ یہاں لفظ ”سنّت“ سے مراد سنّتِ شرعی نہیں بلکہ سنّتِ لغوی ہے گویا لفظ بدعت کی طرح لفظ سنّت کا اطلاق دو طرح پر ہے۔ اگر ”من سنّ فی الاسلام سنّة“ سے مراد یہاں پر شرعی معنی میں سنّتِ رسول ﷺ یا سنّتِ صحابہ ہوتی تو اسے ”سنّة حسنّة“ اور ”سنّة سنیّة“ میں ہرگز تقسیم نہ کیا جاتا۔ کیونکہ سنّتِ رسول ﷺ تو ہمیشہ ”حسنّة“ ہی ہوتی ہے۔ اس کے سیدہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں پر حضور ﷺ نے لفظ ”سنّت“ کا استعمال فرمایا ہے مگر اس کے اطلاق میں حسنہ اور سیدہ دو اقسام بیان کی ہیں ان میں ایک پر اجر کی نوید اور دوسری قسم پر گناہ کی وعید فرمائی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ”سنّت“ کی تقسیم تو حسنہ اور سیدہ میں صراحتاً کر دی گئی ہے۔ جس سے انکار کی بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اب اس کی توجیہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ یہاں لفظ سنّت اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے نہ کہ شرعی معنی میں۔ اس سے مراد کوئی ”نیا راستہ“ نکالنا ہے۔ ذیل میں چند مثالوں سے اجتہاد اور تصور بدعت کی وضاحت کی جائے گی۔

### مثالوں سے وضاحت

۱۔ آغازِ اسلام میں یہ دستور تھا کہ اگر حضور ﷺ نماز کی امامت کرا رہے ہوتے اور دورانِ نماز کوئی آجاتا تو وہ دوسرے صحابی سے پوچھ کر کہ کتنی رکعتیں ہو چکی ہیں اتنی رکعتیں پہلے پڑھ کر پھر حضور ﷺ کے ساتھ جماعت میں مل جاتا۔ ایک دن حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے:

لَا أَجِدُهُ عَلَىٰ حَالٍ أَبَدًا إِلَّا كُنْتُ عَلَيْهَا ثُمَّ قَضَيْتُ مَا سَبَقَنِي۔ (۱)

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۴۶، رقم: ۲۲۴۷۵

”میں تو حضور ﷺ کو (دورانِ نماز) جس حال میں پاؤں گا اسی میں مل جاؤں گا اور جو نماز چھوٹ گئی ہے اسے حضور ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کر لوں گا۔“

چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور حضور ﷺ کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی باقی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا:

إِنَّهُ قَدْ سَنَّ لَكُمْ مَعَاذٌ فَهَكَذَا فَاصْنَعُوا۔<sup>(۱)</sup>

”معاذ نے تمہارے لیے یہ اچھا طریقہ نکالا ہے تم بھی اب یوں ہی کیا کرو۔“

اس مقام پر غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبل نے اپنی رائے اور اجتہاد سے اس طریقے کو ترک کیا جس پر تمام صحابہ عمل پیرا تھے لیکن چونکہ حضرت معاذ کا عمل مبنی بر خلوص اور ادب تھا لہذا حضور اکرم ﷺ نے ان کے اس عمل کو پسند کیا اور اس کی تحسین فرماتے ہوئے صحابہ کو اس ”نئے عمل“ کو اپنانے کا حکم دیا۔

۲۔ قرآن حکیم کی جمع و وتدوین بھی صحابہ کا ایک مجتہدانہ فیصلہ تھا۔ اگرچہ یہ ایک ’نیا عمل‘ تھا اور ان کے پاس اس کو جمع کرنے کے متعلق کوئی صریح حکم بھی موجود نہیں تھا لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنی اجتہادی بصیرت سے کام لیتے ہوئے اس نئے لیکن مبنی بر

(۲) ۱۔ احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۲۴۶، رقم: ۲۲۳۷۵

۲۔ أبوداود، السنن، کتاب الصلاة، باب کیف الأذان، ۱: ۱۳۹، رقم: ۵۰۶

۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۰: ۱۳۳، رقم: ۲۷۱

۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۰: ۱۳۳، رقم: ۲۷۰

۵۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۳: ۹۳، رقم: ۳۹۲۵

۶۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۲: ۲۹۶، رقم: ۳۳۳۳

۷۔ عسقلانی، الدرایة فی تخریج احادیث الهدایة، ۱: ۲۳۴

۸۔ عسقلانی، تلخیص الحبر، ۲: ۴۲، رقم: ۵۹۶

خیر عمل کے ذریعے جمع و تدوین کی صورت میں ایک بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا۔ علامہ شاطبیؒ (۹۰ھ) اپنی معروف کتاب ”الاعتصام“ میں قرآن کی جمع و تدوین کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان أصحاب رسول الله ﷺ إتفقوا على جمع المصحف وليس  
تم نص على جمعه وكتبه۔<sup>(۱)</sup>

”رسول اللہ ﷺ کے صحابہ قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنے پر متفق ہو گئے حالانکہ قرآن کریم کو جمع کرنے اور لکھنے کے بارے میں ان کے پاس کوئی صریح حکم نہیں تھا۔“

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ خیر اور دینی مصالح پر مبنی امور کو سرانجام دینا صحابہ کرام کی سنت ہے اور انہیں محض ”نیا عمل“ ہونے کی وجہ سے رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروقؓ کو جمع قرآن کی فکر دامن گیر ہوئی تو آپ سیدنا صدیق اکبرؓ کے پاس آئے اور کہا: میری یہ تجویز ہے کہ قرآن کو فوری طور پر ایک کتابی صورت میں یکجا کر دیا جائے تاکہ اس طرح اس کی حفاظت کا بہتر اہتمام ہو سکے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے ابتداءً یہ جواب دیا کہ کیف أفعَل شَيْئاً؟ ما لم يفعلہ رسول اللہ ﷺ (میں ایسا کام کیسے کر سکتا ہوں؟ جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟) حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین! درست ہے کہ یہ کام ہمارے آقا ﷺ نے بوجہ اپنی ظاہری حیات مقدسہ میں نہیں کیا لیکن ”هو والله خیر“ یعنی اللہ کی قسم ہے بہت اچھا، لہذا ہمیں اسے ضرور کرنا چاہئے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جب شرح صدر نصیب ہوا تو انہوں نے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ سے فرمایا: آپ نوجوان اور سمجھ دار شخص ہیں اور کاتب وحی بھی رہے ہیں، لہذا آپ قرآن کو مختلف مقامات سے تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر دیں۔ حضرت

(۱) شاطبی، الاعتصام، ۲: ۱۱۵

زید رضی اللہ عنہ کو جب اتنی بڑی اور نازک ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا پڑا تو عرض کرنے لگے: ”اللہ کی قسم (ابوبکر رضی اللہ عنہ) مجھے اگر ایک پہاڑ کو دوسرے کی جگہ منتقل کرنے کی تکلیف دیتے تو قرآن کو جمع کرنے سے وہ کام میرے لئے بھاری نہ ہوتا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس نئے کام کو سرانجام دینے کے حوالے سے میں نے حضرت عمر بن خطاب اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے عرض کیا:

کیف تفعلان شیئا لم یفعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم؟ فقال: أبو بکر هو والله خیر۔ (۱)

آپ وہ کام کس طرح کرتے ہیں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم یہ بہتر کام ہے۔“

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ پر اس کی حکمت واضح ہو گئی تو وہ اس بابرکت کام کے لئے تیار ہو گئے، اس طرح جمع و تدوین قرآن کا یہ اہم فریضہ عہد صدیقی میں پایہ تکمیل کو

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب التفسیر، باب قوله لقد جاء کم رسول، ۴:

۱۷۲۰، رقم: ۲۴۰۲

۲۔ بخاری، الصحيح، کتاب الاحکام، باب يستحب للکاتب أن یکون

امیناً عاقلاً، ۶: ۲۶۲۹، رقم: ۶۷۶۸

۳۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب التفسیر، باب من سورة التوبة، ۵:

۲۸۳، رقم: ۳۱۰۳

۴۔ نسائی، السنن الكبرى، ۵: ۷، رقم: ۲۴۰۲

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۳، رقم: ۷۶

۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۰: ۳۶۰، رقم: ۳۵۰۶

۷۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۵: ۱۳۶، رقم: ۳۹۰۱

۸۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۱: ۹۱، رقم: ۹۱

۹۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۲: ۴۰، رقم: ۲۴۰۲

پہنچا۔

اس حدیث مبارکہ میں اہم بات یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اس سوال پر کہ کیف تفعلان شیئاً لم یفعله النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کام کے بدعت یعنی ”نیا“ ہونے کا انکار نہیں کیا بلکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سوال کے جواب میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وہی الفاظ دہرائے کہ ”هو والله خیر“ یعنی اللہ کی قسم یہ بہتر کام ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تازہ بہ تازہ اور نئے نئے پیدا ہونے والے مسائل حیات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اجتہاد اور بدعت میں واضح تمیز کرتے تھے اور چھوٹے چھوٹے امور خیر اور اعمال صالحہ کو محض نیا ہونے کی وجہ سے رد کرنے کی بجائے مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً <sup>(۱)</sup> کے تحت دین کے وسیع دامن میں جگہ دیتے تھے۔ صحابہ کی اس مجتہدانہ روش سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر وہ کام جو نبی برحمت و مصلحت ہو اور احکام شریعت سے متعارض و متناقض بھی نہ ہو وہ بلاشک و شبہ مباح، جائز اور مشروع ہے۔

۳۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے باجماعت نماز تراویح کے اہتمام اور اس پر ”نعم البدعة هذه“ کے فرمان نے ہمیشہ کے لیے اجتہاد اور بدعت کے فرق کو واضح کر

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی الصدقہ، ۲: ۷۰۵، رقم: ۱۰۱۷

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة او سيئة، ۴: ۲۰۵۹، رقم: ۲۶۷۴

۳ نسائی، السنن، کتاب الزکاۃ، باب التحريض علی الصدقہ، ۵: ۵۵، رقم: ۲۵۵۴

۴۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمة، باب سن سنة حسنة أو سيئة، ۱: ۷۴، رقم: ۲۰۳

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۵۷-۳۵۹

دیا۔ باجماعت نمازِ تراویح کا پس منظر یہ ہے کہ حضور ﷺ نے تین راتوں کے سوا یہ نماز باجماعت نہیں پڑھائی۔ اس کے بعد عہدِ صدیقی کے اڑھائی سالہ دورِ خلافت میں بھی صحابہ کا یہی معمول رہا۔ جب سیدنا عمر بن خطاب ؓ کا دورِ خلافت آیا تو آپ نے اس خیال سے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کہیں لوگ نمازِ تراویح پڑھنا ترک ہی نہ کر دیں، سب کو حضرت اُبی بن کعب ؓ کے پیچھے جو حافظِ قرآن تھے باجماعت نمازِ تراویح کے لئے مجتمع کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری بیان کرتے ہیں:

خروجت مع عمر بن الخطاب ؓ ليلة في رمضان إلى المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون يصلون الرجل لنفسه و يصلون الرجل فيصلون بصلاة الرهط، فقال عمر: إني أرى لو جمعت هؤلاء على قارئ واحد لكان أمثل ثم عزم فجمعهم على أبي بن كعب ثم خرجت معه ليلة أُخرى والناس يصلون بصلاة قارئهم، قال عمر: نعم البدعة هذه والتي ينامون عنها أفضل من التي يقومون يريد آخر الليل و كان الناس يقومون أوله۔<sup>(۱)</sup>

”میں حضرت عمر ؓ کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کر دیا

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان،

۲: ۷۰۷، رقم: ۱۹۰۶

۲۔ مالک، المؤطا، ۱: ۱۱۳، رقم: ۲۵۰

۳۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۱۵۵، رقم: ۱۱۰۰

۴۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۲: ۴۹۳، رقم: ۳۳۷۹

۵۔ بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۱۷۷، رقم: ۳۲۶۹

جائے تو اچھا ہوگا، پس آپ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے سب کو جمع کر دیا۔ پھر میں دوسری رات کو ان کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ لٹنی اچھی بدعت ہے اور رات کا وہ حصہ جس میں لوگ سو جاتے اس سے بہتر وہ حصہ ہے جس میں وہ قیام کرتے ہیں مراد رات کا آخری حصہ تھا جبکہ لوگ پہلے حصے میں قیام کرتے تھے۔“

باجامعت نماز تراویح کا اہتمام سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک اجتہادی کارنامہ تھا۔ آپ نے ”نعم البدعة هذه“ فرما کر یہ واضح کر دیا کہ اگرچہ یہ ایک ”نیا کام“ ہے مگر ہر نیا کام ناجائز اور ممنوع نہیں ہوتا بلکہ بے شمار نئے امور حسنہ بھی ہوتی ہیں۔ نعم البدعة فرمانے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بدعت حسنہ اور سیدہ کی تقسیم مبنی بر حدیث ہے، یہ محض قیاسی تقسیم نہیں۔ مختصراً یہ کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز تراویح کے باجماعت اہتمام کو ”بدعة“ بھی کہا اور ”نعمۃ“ یعنی ”حسنۃ“ بھی کہا۔ وجہ یہی تھی کہ یہ کام اپنی ظاہری حالت اور ہیئت کے حوالے سے تو نیا تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوام کے ساتھ اختیار نہیں فرمایا تھا اس لئے اسے ”بدعة“ کہا مگر باعث خیر اور مبنی بر مصلحت تھا اس لئے اسے ”نعمۃ“ یعنی ”حسنۃ“ قرار دے دیا۔ علامہ ابن اثیر جزیری رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۶ھ) نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس مبنی بر حکمت فرمان کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

وإنما عمر رضی اللہ عنہ جمع الناس علیها و ندبهم إليها، فبهذا سمّاها بدعة، وهي علی الحقيقة سنة، لقوله صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين من بعدی <sup>(۱)</sup> وقوله اقتدوا بالذین من بعدی اُبی

(۱) ۱- ابو داود، السنن، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ، ۴: ۲۰۰، رقم:

۳۶۰۷

۲- ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنۃ،

۴۳: ۲۶۷۶، رقم: ۵

بکر و عمر<sup>(۱)</sup> و علیٰ هذا التأویل یحمل الحدیث الآخر کل محدثہ بدعة<sup>(۲)</sup> إنما یرید ما خالف أصول الشریعة ولم یوافق السُّنة. (۳)

”پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس (باجماعت نماز تراویح) پر جمع کیا اور ان کو اس کی طرف متوجہ کیا پس اس وجہ سے اس کو بدعت کہا گیا درآں حالیکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول - علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدین من بعدی - اور اس فرمان - اقتدوا بالذین من بعدی من أصحابی اَبی بکر و عمر - کی وجہ سے حقیقت میں سنت ہے۔ پس اس تاویل کی وجہ سے حدیث ”کل محدثہ بدعة“ کو اصولِ شریعت کی مخالفت اور سنت کی عدم

..... ۳ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴- احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۶

۵- ابن حبان، الصحيح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

۶- طبرانی، المعجم الكبير، ۱۸: ۲۳۹، رقم: ۶۲۳

(۱) ترمذی، الجامع الصحيح، ابوب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن مسعود، ۶۷۷: ۳۸۰۵، رقم: ۵

(۲) ۱- ابو داود، السنن، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۲: ۲۰۰، رقم: ۳۶۰۷

۲- ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة، ۲۶۷: ۴۳، رقم: ۲۶۷۶

۳ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب اتباع السنة الخلفاء الراشدین، ۱: ۱۵، رقم: ۴۲

۴- احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۲۶

۵- ابن حبان، الصحيح، ۱: ۱۷۸، رقم: ۵

(۳) ابن اثیر جزری، النہایة، فی غریب الحدیث والأثر، ۱: ۱۰۶

موافقت پر جموں کیا جائے گا۔“

۴۔ جمعۃ المبارک کی دوسری اذان (یعنی وہ اذان جو وعظ سے قبل شروع میں پڑھی جاتی ہے) کا اجراء عہد عثمانی ﷺ میں ہوا۔ سیدنا عثمان غنی ﷺ نے اضافی اذان کا یہ عمل دوسری نمازوں پر قیاس کرتے ہوئے لوگوں کو وقتِ صلوٰۃ کے آغاز کی اطلاع دینے کے لئے شروع کیا اور جمعہ کو اس اذان سے مختص کر دیا اور اس اذان کو خطیب کے سامنے دینے کی خصوصیت کو بھی باقی رکھا۔ اس سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ یہ اجتہادی عمل معنأً اصل ہے۔ اسے محض بدعت کہہ کر رد نہیں کیا جائے گا۔ امام بخاریؒ (۲۵۶ھ) نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

أن التأذین الثانی یوم الجمعة أمر به عثمان بن عفان حین کثر أهل المسجد۔<sup>(۱)</sup>

”جمعہ کے دن دوسری اذان (یعنی وہ اذان جو وعظ سے قبل شروع میں پڑھی جاتی ہے) کا حکم حضرت عثمان غنیؓ نے دیا جب مسجد میں آنے والوں کی تعداد زیادہ ہو گئی۔“

علامہ ابن رجب حنبلیؒ (۷۹۵ھ) جمعہ کی پہلی اذان کو بدعتِ حسنہ قرار دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

ومن ذلك أذان الجمعة الأول زاده عثمان لحاجة الناس إليه، و  
أقره علي واستمرّ عمل المسلمین عليه. وروى عن ابن عمر أنه

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجمعة، باب الجلوس علی المنبر، ۱: ۳۱۰،

رقم: ۸۷۳

۲۔ شمس الحق، عون المعبود، ۳: ۳۰۲

۳۔ وادیاشی، تحفة المحتاج، ۱: ۵۰۶، رقم: ۶۲۳

۴۔ شوکانی، نیل الاوطار، ۳: ۳۲۳

قال: هو بدعة، ولعله أراد ما أراد أبوہ فی قیام شہر رمضان۔<sup>(۱)</sup>

”اور اسی طرح جمعہ کی پہلی اذان ہے جس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر جاری کیا اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس پر قائم رہے اور اس پر لوگوں نے عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے جمعہ کی دوسری اذان کے بارے میں فرمایا کہ وہ بدعت ہے۔ شاید ان کی مراد بھی وہی ہو جو ان کے والد (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کی قیام رمضان کے بارے میں تھی۔“ (یعنی جمعہ کی دوسری اذان بھی نعم البدعة ہے۔)

۵۔ معاشرہ چونکہ شریعت سازی کی بنیاد ہے لہذا جب معاشرتی احوال میں تبدل و تغیر ہوگا تو لازمی طور پر اجتہادی بنیادوں پر احکام شرعیہ کی شکل و صورت بھی بدلے گی۔ ان نئے احوال کی بنیاد پر نئے احکام شرعیہ کو بدعت و ضلالت قرار دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ اس اصول کو اس واقعہ سے سمجھنے کی کوشش کریں کہ اسلام میں چوری کی سزا قطعید ہے۔ سورہ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا۔<sup>(۲)</sup>

”اور چوری کرنے والا (مرد) اور چوری کرنے والی (عورت) سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی۔ جب معاملہ خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے اس شخص کے ہاتھ کو کاٹنے سے منع کر دیا۔ امام ابن ابی شیبہ کو فی<sup>(۳)</sup> (۲۳۵ھ) اس واقعہ کی تفصیل نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

(۱) ابن رجب حنبلی، جامع العلوم والحکم، ۳: ۲۵۲

(۲) المائدہ، ۵: ۳۸

ان رجلا سرق من بيت المال فكتب فيه سعد الى عمر فكتب  
عمر الى سعد ليس عليه قطع له فيه نصيب۔<sup>(۱)</sup>

”ایک شخص نے بیت المال سے چوری کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سعد کو لکھا کہ اس پر قطع ید نہیں ہے، کیونکہ بیت المال میں اس کا حصہ بھی ہے۔“

امام مالک رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) ”موطا“ میں کتاب الحدود، باب ما لا قطع فیہ کے ذیل میں نقل کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو الحضرمی اپنے ایک غلام کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور کہا:

إِطْعُ يَدَ غُلَامِي هَذَا فَإِنَّهُ سَرَقَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ مَاذَا سَرَقَ؟ فَقَالَ  
سَرَقَ مِرْأَةً لِامْرَأَتِي تَمَنُّهَا سِتُونِ دَرْهَمًا فَقَالَ عُمَرُ: أُرْسِلْهُ فَلَيْسَ  
عَلَيْهِ قَطْعٌ خَادِمُكُمْ سَرَقَ مَتَاعَكُمْ۔<sup>(۲)</sup>

”میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیجئے کیونکہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ چرایا کیا ہے؟ کہا کہ میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو۔ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیوں کہ تمہارے ہی خادم نے تمہارے مال کی چوری کی ہے۔“

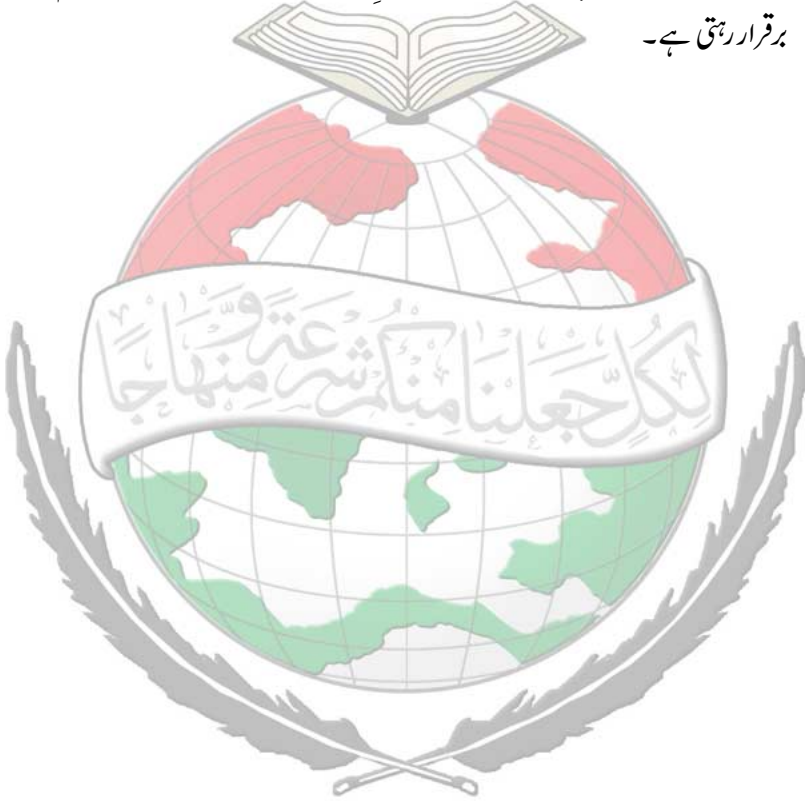
### خلاصہ بحث

ان سارے نظائر و واقعات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اجتہاد اور تجدیدی روش ہی وہ دائمی اصول ہے جو اس دین فطرت کی تعلیمات کو

(۱) ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱۵: ۵۱۸، رقم: ۲۸۵۶۳

(۲) مالک، الموطا، کتاب الحدود، باب ما لا قطع فیہ، ۲: ۸۳۹، رقم: ۱۵۲۸

زمانوں اور معاشروں کے بدلتے ہوئے حالات اور زندگی کے نئے تقاضوں کی تکمیل کے لئے ابدالاً بابت تک تحرک اور تسلسل دیتا ہے، اسی اصولِ اجتہاد کے باعث شریعتِ اسلامیہ میں جمود پیدا نہیں ہونے پاتا۔ یہی اصول احکامِ شرعیہ کی دائمی اور متحرک عملیت اور لایزال مطابقت برقرار رکھتا ہے جس سے اسلامی نظامِ حیات کی تازگی اور کشش ہمیشہ قائم اور برقرار رہتی ہے۔



www.MinhajBooks.com

باب پنجم

اباحت اور تصور بدعت

فصل اول:

اصلاً تمام اشیاء مباح ہیں

فصل دوم:

کسی شے کا عدم ذکر دلیل حرمت نہیں ہے

[www.MinhajBooks.com](http://www.MinhajBooks.com)



[www.MinhajBooks.com](http://www.MinhajBooks.com)

## فصل اوّل

أَصْلًا تَمَامَ أَشْيَاءٍ مَبَاحٍ هِيَ

مُباحٌ أُمُورٍ بِرَدْعَتِ كَا إِطْلَاقِ نَهَيْهِ هُوَتَا

إِبَاحَتِ أَصْلِي جَانَنِي كَا أُصُولِي قَاعَدَه

إِسْلَامِ آسَانِ دِينِ هِيَ

أَحْكَامِ شَرِيعَتِ فِي سَهُولَتِ كَا بِيَانِ

تَصْرِيحِ مَحْرَمَاتِ كَا قُرْآنِي فِلْسَفَه



[www.MinhajBooks.com](http://www.MinhajBooks.com)

## مباح اُمور پر بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا

انسانی زندگی میں ہزاروں اشیاء ایسی ہیں جن کی حلت و حرمت کے بارے میں کتاب و سنت خاموش ہے اس لیے جب تک ان کے عدم جواز یا حرمت پر دلیل شرعی قائم نہ ہو وہ مباح، جائز اور مشروع ہیں۔ محض عدم ثبوت ذکر کی بنا پر انہیں حرام نہیں کہا جاسکتا۔ علماء و محدثین کا اس اصول پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کا کوئی کام کرنا اُس کے جائز ہونے کی دلیل ہے جب کہ کسی فعل کا ترک فرمانا اُس کے حرام ہونے کی دلیل نہیں تا وقتیکہ اُس کام کی حرمت پر دلیل شرعی قائم ہو جائے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی<sup>(۱)</sup> (۵۲: ۷۷) ”فتح الباری بشرح صحيح البخارى“ میں اس اصول کو نقل کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ الفعل يدل على الجواز وعدم الفعل لا يدل على المنع<sup>(۱)</sup> (کسی کام کا کرنا اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے جب کہ نہ کرنا عدم جواز پر دلالت نہیں کرتا)۔ اسی اصول کی بنا پر علماء اُمت نے شریعت اسلامیہ کا معروف قاعدہ اور متفقہ اصول وضع فرمایا ہے:

الأصل في الاشياء الاباحه - (۲)

”اصلاً ہر چیز میں اباحت (یعنی جائز ہونا) ہے۔“

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۰: ۱۵۵

(۲) ۱- شامی، ردالمختار، ۶: ۲۵۹

۲- سرخسی، المبسوط، ۲۳: ۷۷

۳- ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۲۵۶

۴- سیوطی، الاشباہ والنظائر، ۱: ۶۰

شریعت کے اس قاعدے کی رو سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فی نفسہ کوئی کام بھی از روئے شرع اس وقت تک ممنوع نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں قرآن و سنت کی نص قطعی سے حرمت کا کوئی واضح عنصر ثابت نہ ہو جائے۔

## اباحتِ اَصْلِی جَانِنِی كَا اُصُولِی قَاعِدِی

کسی کام کی حلت و حرمت جاننے کا اُصولی ضابطہ یہ ہے کہ ہم ہر اس کام کو جو عہدِ رسالت ﷺ اور عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہ تھا اور بعد میں کسی ضرورت کے تحت وجود میں آیا، قرآن و سنت پر پیش کریں گے، اگر قرآن و سنت کا اس کے ساتھ کسی اعتبار سے بھی تعارض ثابت ہو جائے تو وہ بلاشبہ ناجائز، حرام اور گمراہی تصور ہوگا لیکن اگر اس کا قرآن و سنت کے کسی بھی حکم کے ساتھ کوئی تضاد یا تعارض واقع نہ ہو تو اسے گمراہی یا حرام تصور کرنا حکمتِ دین کے منافی اور اسلام کے متعین کردہ نظامِ حلال و حرام سے انحراف برتنے اور حد سے تجاوز کرنے کے مترادف ہوگا۔ چھوٹے چھوٹے فروعی اور اختلافی معاملات پر بدعت و شرک کے فتوے صادر کرنے اور اپنی طرف سے بغیر کسی شرعی دلیل کے چیزوں کو حلال و حرام کہنے والے لوگوں کی مذمت میں ارشادِ ربانی ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكُذِبَ هَذَا حَلَالٌ وَ هَذَا حَرَامٌ  
لَتَفْتُرُوا عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتُرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ لَا  
يُفْلِحُونَ ۝ (۱)

”اور وہ جھوٹ مت کہا کرو جو تمہاری زبانیں بیان کرتی رہتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اس طرح کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو، بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ (کبھی) فلاح نہیں پائیں گے“

اس قاعدے - الأصل في الأشياء الإباحة - کو سمجھانے کے لئے ذیل میں دو مثالیں ذکر کی جاتی ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ اشیا کا اصل مباح ہونا ہے نہ کہ حرام:

## پہلی مثال

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ فلاں میرا مقروض ہے تو اب دعویٰ کرنے والا خود ہی گواہی پیش کرے گا اور ثابت کرے گا کہ فلاں میرا مقروض ہے۔ مقروض سے یہ تقاضا نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنے مقروض نہ ہونے کا ثبوت پیش کرے کیونکہ اس طرح کا دعویٰ خلاف اصل ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اصلاً کوئی بھی ماں کے پیٹ سے مقروض پیدا نہیں ہوتا۔ امام ابو بکر بیہقیؒ (۲۵۸ھ) السنن الکبریٰ میں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

البينة على المدعى واليمين على من أنكر - (۱)

”گواہی مدعی پر اور قسم انکار کرنے والے (مدعی علیہ) پر ہے۔“

امام ترمذیؒ (۲۷۹ھ) اسی روایت کو أبواب الأحكام میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

(۱) ۱- بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸: ۱۲۳

۲- ابن ماجہ، السنن، کتاب الاحکام، باب البينة على المدعى، ۲: ۷۷۸

۳- بخاری، الصحيح، کتاب الشهادات، باب البينة على المدعى، ۲:

۹۳۱

۴- ترمذی، الجامع الصحيح، ۳: ۶۲۶، رقم: ۱۳۳۱

۵- دارقطنی، سنن دارقطنی، ۴: ۱۵۷

۶- ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۲۳۱

۷- ابن رجب حنبلی، جامع العوم والحکم، ۱: ۷

۸- سیوطی، شرح السنن ابن ماجہ، ۱: ۱۵۸

البینة علی المدعی والیمن علی المدعی علیہ۔<sup>(۱)</sup>

”دلیل لانا مدعی پر ہے اور قسم کھانا مدعی علیہ پر ہے۔“

## دوسری مثال

اگر آپ نے کوئی نیک عمل کیا، کسی دوسرے شخص نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ یہ میلاد شریف منانا، انگوٹھے چومنا، مزارات کی حاضری اور ایصالِ ثواب وغیرہ یہ سب اعمال بدعتِ سیدہ اور حرام ہیں تو اب آپ کو ان اعمال کے حلال اور جائز ہونے پر دلائل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ آپ اس معترض سے کہیں کہ معروف حدیث البینة علی المدعی<sup>(۲)</sup> کے تحت وہ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اس عمل کے حرام اور ناجائز ہونے پر گواہی لائے، کیونکہ اصلاً کوئی چیز حرام نہیں بلکہ مباح ہوتی ہے جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کو حرام قرار نہ دے دیں۔ مزید یہ کہ متعدد آیات و

(۱) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الاحکام، باب ماجاء أن البینة علی

المدعی، ۳: ۶۲۶، رقم: ۱۳۴۱

۲- ابن ماجہ، السنن، کتاب الاحکام، باب البینة علی المدعی، ۲: ۷۷۸

۳- دارقطنی، سنن دارقطنی، ۴: ۱۵۷

۴- ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۴۴۱

۵- بیہقی، سنن کبریٰ، ۸: ۱۲۳

۶- ابن عبد البر، التمهید، ۲۳: ۲۹۶

۷- ابو عوامة الاسفرائینی، مسند ابو عوامة، ۴: ۵۳

۸- سیوطی، شرح السنن ابن ماجہ، ۱: ۱۵۸

(۲) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الاحکام، باب ماجاء أن البینة علی

المدعی، ۳: ۶۲۶، رقم: ۱۳۴۱

۲- ابن ماجہ، السنن، کتاب الاحکام، باب البینة علی المدعی، ۲: ۷۷۸

۳- دارقطنی، سنن دارقطنی، ۴: ۱۵۷

احادیث مثلاً وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ<sup>(۱)</sup> اور قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ<sup>(۲)</sup> اور وما سکت عنه فهو مما عفا عنه<sup>(۳)</sup> سے الاصل فی الاشیاء الاباحۃ<sup>(۴)</sup> کی واضح طور پر تائید ہوتی ہے۔ مذکورہ شخص نے چونکہ اس چیز کے ناجائز اور مکروہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعویٰ خلاف اصل ہے لہذا اسے دلیل لانا پڑے گی کہ یہ چیز حرام کس بنیاد پر ہے؟ اگر وہ کہے کہ اس کا کہیں قرآن وحدیث میں ذکر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس عمل کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو وہ حلال اور مباح ہوتا ہے یعنی جن اعمال کی حلت و حرمت کے بارے میں کتاب وسنت خاموش ہوں وہ حلال اور مباح ہوتے ہیں اور عدم ذکر میں بھی اللہ کی کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے، لہذا ہمیں بھی اس حکمت خداوندی کو وجہ نزاع نہیں بنانا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنَ أَشْيَاءٍ إِن تَبَدَّلَ لَكُمْ تَسْوُؤُهُمْ وَإِن

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۲۴

(۲) القرآن، الانعام، ۶: ۱۱۹

(۳) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب فی لبس الفراء، ۴:

۲۲۰، رقم: ۱۷۲۶

۲- ابن ماجہ، السنن، کتاب الاطعمۃ، باب أكل الجبن والسمن، ۴:

۱۱۱۷، رقم: ۳۳۶۷

۳- طبرانی، المعجم الكبير، ۶: ۲۵۰، رقم: ۶۱۲۳

۴- حاکم، المستدرک، ۴: ۱۲۹، رقم: ۷۱۱۵

۵- بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۲

۶- دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۱۵۸، رقم: ۲۸۰۰

(۴) ۱- شامی، ردالمختار، ۶: ۲۵۹

۲- سرخسی، المبسوط، ۲۴: ۷۷

۳- ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۲۵۶

۴- سیوطی، الاشباہ والنظائر، ۱: ۶۰

تَسْتَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبَدِّلُكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ  
حَلِيمٌ ﴿۱﴾

”اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کی نسبت سوال مت کیا کرو (جن پر قرآن خاموش ہو) کہ اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں مشقت میں ڈال دیں (اور تمہیں بڑی لگیں) اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو وہ تم پر (نزول حکم کے ذریعے) ظاہر (یعنی متعین) کر دی جائیں گی (جس سے تمہاری صواب دید ختم ہو جائے گی اور تم ایک ہی حکم کے پابند ہو جاؤ گے) اللہ نے ان (باتوں اور سوالوں) سے (اب تک) درگزر فرمایا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے“

مذکورہ آیت مقدمہ سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر کسی چیز کی حلت و حرمت کے بارے میں قرآن خاموش ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز جائز اور حلال ہے۔ اب کسی بھی مسلمان کو اس کی حلت و حرمت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ورنہ وہ اپنی کٹ چھتی سے اپنا دائرہ عمل خود اسی طرح تنگ کرتا چلا جائے گا جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے سوال پر سوال کر کے کر لیا تھا۔ اگر وہ اللہ کے پہلے حکم پر کسی بھی عمر یا رنگ کی گائے ذبح کرنے کے لیے لے آتے اور بے جا سوالات نہ کرتے تو ہر قسم کی گائے ذبح کرنے کی اجازت تھی مگر وہ سوالات کرتے گئے اور ان سوالات کی وجہ سے جو حکم ظاہر ہوتا گیا اس سے ان کا دائرہ عمل تنگ ہوتا گیا حتیٰ کہ بالآخر ایک قسم کی گائے پر جا کر رک گئے کہ بس اسی کو ذبح کرنے کا حکم ہے۔ اس طرح انہوں نے بے مقصد سوالات کی وجہ سے اپنے آپ کو مصیبت میں مبتلا کر لیا اور اپنا دائرہ عمل تنگ کر لیا۔

## اسلام آسان دین ہے

دین اسلام ایک ایسا آسان اور سہل دین ہے جس کے دامن رحمت سے وابستہ

(۱) القرآن، المائدة، ۵: ۱۰۱

ہو کر انسان تو انین فطرت کے تحت پرسکون زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اس کے وسیع دامن میں ایسی ناروا تنگی اور تکالیف نہیں کہ اس کو اپنا مشکل ہو۔ ذیل میں ہم اسلام کے دینِ یُسْر ہونے پر چند آیات اور احادیث پیش کرتے ہیں۔

## دینِ یُسْر پر قرآن حکیم سے دلائل

قرآن مجید میں اسلام کے دینِ یُسْر ہونے پر متعدد آیات ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ - (۱)

”دین میں کوئی زبردستی نہیں۔“

۲۔ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ - (۲)

”اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔“

۳۔ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ - (۳)

”اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا۔“

۴۔ يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا - (۴)

”اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کر دے، اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔“

۵۔ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا - (۵)

(۱) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۵۶

(۲) القرآن، الحج، ۲۲: ۷۸

(۳) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۸۵

(۴) القرآن، النساء، ۴: ۲۸

(۵) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۸۶

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔“

۶۔ فَإِنَّمَا يَسْرِنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۱﴾

”بس ہم نے آپ ہی کی زبان میں اس (قرآن) کو آسان کر دیا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“

۷۔ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَ الْأَعْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ ﴿۲﴾

”اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارگراں اور طوق (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمت آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔“

ان آیات مقدسہ سے واضح ہوتا ہے کہ بنی نوع انسان کو جو اسلام کی صورت میں دین عطا ہوا ہے وہ انہیں تمام پریشانیوں اور مشکلات سے نجات دیتا ہے، کیونکہ ہمارے آقا و مولانا نبی آخر الزماں ﷺ مخلوق خدا کو تکلیفوں، دشواریوں اور پریشانیوں میں مبتلا کرنے نہیں بلکہ انہیں ناروا تنگیوں اور تکلیفوں سے نجات دینے آئے ہیں۔

یہ تمام آیات صراحت کے ساتھ لوگوں کے لئے شرعی احکام کی تخفیف اور آسانی پر دلالت کرتی ہیں۔ امام شاطبیؒ (۷۹۰ھ) اس حوالے سے لکھتے ہیں:

ان الأدلة على رفع الحرج في هذه الأمة بلغت مبلغ القطع۔ ﴿۳﴾

”اس اُمت سے رفع حرج کے دلائل قطعیت تک پہنچ چکے ہیں۔“

(۱) القرآن، الدخان، ۴۴: ۵۸

(۲) القرآن، الاعراف، ۷: ۱۵۷

(۳) شاطبی، الموافقات، ۱: ۳۴۰

## دینِ یسّر پر احادیثِ نبویہ سے دلائل

آیاتِ مبارکہ کے ساتھ ساتھ احادیثِ مقدسہ میں بھی ”دینِ یسّر“ کا یہ مضمون بڑی صراحت سے بیان ہوا ہے۔ حضور ﷺ کو مبعوث ہی نہایت آسان اور سہل دین کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس حوالے سے چند احادیثِ مبارکہ درج ذیل ہیں:

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ (۲۴۱ھ) ”المسند“ میں روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

بعثت بالحنيفية السمحة<sup>(۱)</sup>

”میں ایسے دینِ حنیف کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو آسان ہے۔“

۲۔ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

إنما بعثت بالحنيفية السمحة و لم أبعث بالرهبانية البدعة<sup>(۲)</sup>

(۱) ۱۔ احمد، المسند، ۵: ۲۶۶، رقم: ۲۲۳۳۵

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۸: ۱۷۰، رقم: ۷۷۱۵

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۲: ۲۶۰

۴۔ رویانی، المسند، ۲: ۳۱۷، رقم: ۱۲۷۹

۵۔ مناوی، فیض القدير، ۳: ۲۰۳

۶۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۲: ۳۲۸

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۸: ۱۷۰، رقم: ۷۷۱۵

۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۳۰۲

۳۔ احمد، المسند، ۵: ۲۶۶، رقم: ۲۲۳۳۵

۴۔ رویانی، المسند، ۲: ۳۱۷، رقم: ۱۲۷۹

۵۔ مناوی، فیض القدير، ۳: ۲۰۳

۶۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۲: ۳۲۸

”بیٹنگ میں ایسے دین حنیف کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو نہایت آسان ہے اور میں خود ساختہ رہبانیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا۔“

۳۔ علامہ خطیب بغدادیؒ (۲۶۳ھ) اس حوالے سے حضرت جابرؓ سے مروی یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بعثت بالحنيفية السمحة أو السهلة و من خالف سنتي فليس مني۔ (۱)

”میں نہایت آسان دین یا سہولت والے دین کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔ اور جس نے میری سنت کی مخالفت کی وہ مجھ سے نہیں۔“

۴۔ حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بعثت بالحنيفية السمحة من خالف فقد كفر۔ (۲)

(۱) ۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۴: ۲۰۹، رقم: ۳۶۷۸

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۸: ۱۷۰، رقم: ۷۷۱۵

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۳۰۲

۴۔ احمد، المسند، ۵: ۲۶۶، رقم: ۲۲۳۳۵

۵۔ رویانی، المسند، ۲: ۳۱۷، رقم: ۱۲۷۹

۶۔ مناوی، فیض القدير، ۳: ۲۰۳

۷۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۲: ۳۲۸

۸۔ عجلونی، کشف الخفاء، ۱: ۳۳۰، رقم: ۹۱۴

(۲) ۱۔ ابن حجر عسقلانی، لسان المیزان، ۶: ۳۰

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۸: ۱۷۰، رقم: ۷۷۱۵

۳۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۴: ۳۰۲

۴۔ احمد، المسند، ۵: ۲۶۶، رقم: ۲۲۳۳۵

۵۔ رویانی، المسند، ۲: ۳۱۷، رقم: ۱۲۷۹

۶۔ مناوی، فیض القدير، ۳: ۲۰۳

۷۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۲: ۳۲۸

”میں ایسے دین حنیف کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو آسان ہے جس نے اس کی مخالفت کی پس اس نے کفر (یعنی میری سنت سے انکار) کیا۔“

۵۔ ابن حیان انصاری (۳۶۹ھ) نے ”طبقات المحدثین بأصبهان“ میں درج ذیل حدیث سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

خیر دینکم ایسر ۵۔<sup>(۱)</sup>

”تمہارے دین میں بہترین پہلو اس کا آسانی اور سہولت والا عمل ہے۔“

۶۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کا اپنی اُمت کے لئے ”یسر“ کا انتخاب کرنے کے حوالے سے فرماتی ہیں:

ما خیر رسول اللہ ﷺ بین أمرین قطّ الا أخذَ ایسرهما مالم یکن  
إثماً۔<sup>(۲)</sup>

(۱) ۱۔ ابن حیان، طبقات المحدثین بأصبهان، ۳: ۲۱۴

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۴۷۹

۳۔ طیبی، المسند، ۱: ۱۸۳، رقم: ۱۲۹۶

۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۱۸: ۲۳۰، رقم: ۵۷۳

۵۔ قضاعی، مسند الشہاب، ۲: ۲۱۹، رقم: ۱۲۲۳

۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۳: ۳۰۹

۷۔ ابن حجر عسقلانی، الإصابۃ، ۳: ۱۳۳

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یسرُوا ولا تعسروا، ۵:

۲۲۶۹، رقم: ۵۷۷۵

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الفضائل، باب مباحثہ ﷺ للأئام، ۴:

۱۸۳۳، رقم: ۲۳۲۷

۳۔ نسائی، السنن الكبرى، ۵: ۳۷۰، رقم: ۹۱۶۳

”رسول اکرم ﷺ کو جب بھی دو کاموں کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے ان میں سے آسان کو اختیار فرمایا جبکہ اس میں گناہ نہ ہو۔“

۷۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ تُتَوْتَى رُحْصَةً كَمَا يُحِبُّ أَنْ تُتَوْتَى عِزَائِمَهُ (۱)

”بے شک اللہ تعالیٰ رخصت دینا پسند فرماتا ہے جیسا کہ وہ عزیمت دینا پسند فرماتا ہے۔“

۸۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُتَوْتَى رُحْصَةً كَمَا يُكْرَهُ أَنْ تُتَوْتَى مَعْصِيَةً (۲)

”بے شک اللہ تعالیٰ رخصت دینا پسند فرماتا ہے جیسا کہ گناہ کو ناپسند فرماتا ہے۔“

۹۔ امام بخاری (۲۵۶ھ) نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۶: ۱۱۴، رقم: ۲۳۸۷۴

۵۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۷: ۴۵، رقم: ۱۳۰۸۱

۶۔ ابویعلیٰ، المسند، ۷: ۴۳۱، رقم: ۴۴۵۲

۷۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۷: ۲۵۶، رقم: ۷۴۳۴

(۱) ۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۱۷

۲۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۸: ۸۲، رقم: ۸۰۳۲

۳۔ ابن عبد البر، التمهيد، ۲۳: ۶۷

۴۔ ابویعلیٰ، المعجم، ۱: ۱۲۲، رقم: ۱۵۴

(۲) ۱۔ ابن خزيمة، الصحيح، ۲: ۷۳، رقم: ۹۵۰

۲۔ رویانی، المسند، ۲: ۴۲۱

۳۔ ابن جوزی، التحقيق في أحاديث الخلاف، ۱: ۲۹۵

إن الدّین یسر ولن یشاد الدّین أحد إلاّ غلبه۔<sup>(۱)</sup>

”پیشک یہ دین بہت آسان ہے اور جو اسے مشکل بنائے گا تو یہ دین اس پر غالب آجائے گا۔“

۱۰۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ارشاد فرمایا:

یسرا ولا تعسرا و بشارا ولا تنفرا و تطوعا ولا تختلفا۔<sup>(۲)</sup>

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الایمان، باب الدّین یسر، ۱: ۲۳، رقم: ۳۹

۲۔ نسائی، السنن، کتاب الایمان وشرائعه، باب الدّین یسر، ۸: ۱۲۲، رقم: ۵۰۳۲

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۵۳۷، رقم: ۱۱۷۶۵

۴۔ ابن حبان، الصحيح، ۲: ۶۳، رقم: ۳۵۱

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۱۸، رقم: ۳۵۱۸

۶۔ قضاعی، مسند النشہاب، ۲: ۱۰۴، رقم: ۹۷۶

۷۔ ابن عبدالبر، التمهید، ۵: ۱۲۱

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، کتاب الجہاد والسير، باب ما یکرہ من التنازع، ۳:

۱۱۰۴، رقم: ۲۸۷۳

۲۔ مسلم، الصحيح، کتاب الجہاد والسير، باب فی الأمر بالتیسیر وترك التفسیر، ۳:

۱۳۵۹، رقم: ۱۷۳۳

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۱۷

۴۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۱۰: ۸۶

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، ۵: ۳۱۸

۶۔ عبد الرزاق، المصنف، ۳: ۳۵۶

۷۔ بزار، المسند، ۸: ۱۳۸

۸۔ ابو عوانہ، المسند، ۲: ۲۱۵

”تم دونوں آسانی پیدا کرنا تنگی نہ کرنا، خوشخبری سنانا متفرق نہ کرنا، باہم خوش دلی سے کام کرنا اور اختلاف میں نہ پڑنا۔“

۱۱۔ حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کو دینِ یسر کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا بَعَثْتُمْ مِيسِرِينَ وَلَمْ تَبْعَثُوا مَعْسِرِينَ (۱)  
 ”تمہیں آسانیاں پیدا کرنے والے بنا کر بھیجا گیا ہے نہ کہ تنگیاں پیدا کرنے والے۔“

۱۲۔ حضرت انس بن مالک ؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَسِّرُوا وَلَا تَعْسِرُوا وَبَشِّرُوا وَلَا تَنْقُرُوا. (۲)

(۱) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب الصلاة، باب حب الماء على البول في

المسجد، ۸۹: ۱، رقم: ۲۱۷

۲۔ ترمذی، السنن، ابواب الطهارة، باب ماجاء في البول بعيب الأرض،

۱: ۲۷۵، رقم: ۱۳۷

۳۔ ابوداؤد، السنن، كتاب الطهارة، باب الأرض يصيبها البول، ۱: ۱۰۳،

رقم: ۳۷۶

۴۔ نسائی، السنن، كتاب الطهارة، باب ترك التوقيت في الماء، ۱: ۴۸،

رقم: ۵۶

۵۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۹، رقم: ۷۲۵۴

۶۔ ابن حبان، الصحيح، ۴: ۲۴۴، رقم: ۱۳۹۹

۷۔ عبدالرزاق، المصنف، ۱: ۴۲۳، رقم: ۱۶۵۸

۸۔ ابویعلیٰ، المسند، ۱۰: ۲۷۸، رقم: ۵۸۷۶

(۲) ۱۔ بخاری، الصحيح، كتاب العلم، باب ماكان النبي ﷺ يتخولهم

بالموعظة، ۱: ۳۸، رقم: ۶۹

۲۔ مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب في الأمر بالتيسير وترك التفسير، ۳:

۱۳۵۸، رقم: ۱۷۳۲

”آسانیاں پیدا کرو، تنگیاں پیدا نہ کرو، خوشخبریاں سناؤ، نفرتیں مت پھیلاؤ۔“

مذکورہ تمام روایات کے مضمون سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ دینِ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس میں تمام سہولتیں اور آسانیاں سمو دی گئی ہیں۔ یہ ایک ایسا نظامِ حیات ہے جس پر چلنے والے اکراہ و تکالیف سے محفوظ و مامون ہیں۔

### احکامِ شریعت میں سہولت کا بیان

ذیل میں چند ایسے امور کا ذکر کیا جاتا ہے جن پر بعض حالات میں شریعت میں رخصت دی گئی ہیں:

- ۱۔ نماز پڑھنا ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن سفر کی حالت میں مشکلات کی وجہ سے سہولت کی خاطر نماز کو قصر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔<sup>(۱)</sup> اسی طرح عرفات اور مزدلفہ میں حاجیوں کی سہولت اور آسانی کی خاطر ظہرین اور مغربین کو جمع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
- ۲۔ ماہِ رمضان میں حالتِ سفر اور مرض کی وجہ سے روزے قضاء کرنے کی سہولت دی گئی ہے۔<sup>(۲)</sup>
- ۳۔ حالتِ اضطرار میں جان بچانے کیلئے عارضی طور پر حرام چیزوں کو کھانے کی رخصت

..... ۳ ابو داؤد، السنن، کتاب الأدب، باب فی کراہیۃ المرء، ۴: ۲۶۰، رقم: ۴۷۳۵

۴۔ احمد بن حنبل، المسند، ۴: ۳۹۹

۵۔ ابو عوانہ، المسند، ۴: ۲۱۵، رقم: ۶۵۵۸

۶۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۱۳: ۳۰۶، رقم: ۷۳۱۹

۷۔ سیوطی، الجامع الصغیر، ۱: ۱۰۵، رقم: ۱۴۳

۸۔ مناوی، فیض القدر، ۵: ۱۱۲

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۱۰

(۲) البقرہ، ۲: ۱۸۴

دی گئی ہے۔ (۱)

شریعت نے یہ سہولتیں صرف مکلفین کی آسانی کے لئے عطا کی ہیں اور انسانوں سے حتی الامکان ہر قسم کے حرج اور تنگی کو دور کیا ہے۔ دین کا آسان اور قابل عمل ہونا اس امر کا متقاضی ہے کہ قرآن و سنت میں ان چیزوں کی تفصیل دی جائے جو نسبتاً کم اور محدود ہوں تاکہ انسان با آسانی ان کا احاطہ کر سکے۔ قرآن کا اپنا اسلوب بیان ہے کہ وہ بالعموم بنیادی اور اصولی رہنمائی دیتا ہے اور تفصیلات کم بیان کرتا ہے۔ کیونکہ اگر قرآن ہر شے کی تفصیل بیان کر دیتا تو لوگ مشکل میں پڑ جاتے یہی وجہ ہے کہ جب ہم حلال و حرام کی تفصیل جاننے کے لئے قرآنی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن بالعموم حلال کی بجائے حرام اشیاء کی تفصیلات بیان کرتا ہے کیونکہ حرام حلال کے مقابلے میں کم اور محدود ہیں۔

## تصریحِ محرمات کا قرآنی فلسفہ

رب کریم اپنے بندوں کے لیے ہر لمحہ آسانیاں پیدا کرنا چاہتا ہے اسی لئے اس نے صرف حرام اور ممنوع اشیاء اور افعال کی فہرست بیان فرمائی ہے جو کہ محدود ہیں اور باقی سب کچھ جائز اور مباح کے طور پر ذکر کئے بغیر چھوڑ دیا ہے۔ حرام کی فہرست بیان کر کے بقیہ کا عدم ذکر قرآنی فلسفہ کی رو سے اُن کے جواز، اباحت اور حلت کی دلیل ہے (وما سکت عنہ فہو مما عفا عنہ)۔ (۲)

(۱) البقرہ، ۲: ۱۷۳

(۲) ۱- ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب فی لبس الفراء، ۴:

۲۲۰، رقم: ۱۷۲۶

۲- ابن ماجہ، السنن، کتاب الاطعمۃ، باب اکل الجبن و السم، ۲:

۱۱۱۷، رقم: ۳۳۶۷

۳- طبرانی، المعجم الکبیر، ۶: ۲۵۰، رقم: ۶۱۲۳

ذیل میں قرآن کے حلال و حرام احکام کی تفصیل بیان کرنے کے حوالے سے چند آیات بطور نمونہ بیان کی جاتی ہیں جس سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی قرآن نے بالعموم ناجائز اور حرام اشیاء کا تذکرہ کر کے باقی ہزاروں اشیاء کو جائز اور حلال کے طور پر چھوڑ دیا ہے جس سے یہ اصول وضع ہوتا ہے کہ عدم ذکر حرمت کی نہیں بلکہ اباحت اور جواز کی دلیل ہے۔

۱۔ یہ مسئلہ کہ کن عورتوں سے نکاح جائز ہے اور کن سے نہیں، اس کی تفصیل سورہ نساء میں یوں بیان کی گئی ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَ  
بَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّيْثِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِمَّنْ  
الرِّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّيْثِي فِي حُجُورِكُمْ مِمَّنْ  
نِسَائِكُمُ اللَّيْثِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنَّ لَكُمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ  
عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ لَا وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ  
الْأَخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا (۱)

”تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیوں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (وہ) مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں (سب) حرام کر دی گئی ہیں اور (اسی طرح) تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں بھی جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے

..... ۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۲۹، رقم: ۷۱۱۵

۵۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۲

۶۔ دیلمی، الفردوس بما ثور الخطاب، ۲: ۱۵۸، رقم: ۲۸۰۰

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۲۳

صحبت کر چکے ہو (حرام ہیں) پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر (ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی تم پر حرام ہیں) جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو سوائے اس کے کہ جو دور جہالت میں گزر چکا۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

قرآن نے نکاح کے لئے جو عورتیں حرام تھیں ان کی تفصیل بیان کر دی اب سوال یہ پیدا ہوا کہ بقیہ رشتے جن کا ذکر نہیں ہوا ان کا کیا حکم ہے؟ تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا:

وَ اٰحِلٌّ لِّكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔ (۱)

”اور ان کے سوا (جن کا ذکر نہیں ہوا وہ سب عورتیں) تمہارے لئے حلال کر دی گئیں ہیں۔“

۲۔ اسی طرح سورہ بقرہ میں حرام جانوروں کی فہرست دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ الْمِیْتَةَ وَ الدَّمَّ وَ لَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَ مَا اٰهَلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (۲)

”اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (زندگی بچانے کی حد تک کھالینے میں) کوئی گناہ نہیں، بے شک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے ۝“

(۱) القرآن، النساء، ۴: ۲۴

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۱۷۳

۳۔ اسی مضمون کو سورہ مائدہ میں مزید تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے:

حَرَّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهَلَ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ  
وَالْمُنْحَقَّةَ وَالْمَوْقُودَةَ وَالْمُتَرَدِّيَةَ وَالنَّطِيحَةَ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا  
ذَكَيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصَبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكَ  
فِسْقٌ- (۱)

”تم پر مردار (یعنی بغیر شرعی ذبح کے مرنے والا جانور) حرام کر دیا گیا ہے اور  
(بہایا ہوا) خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر  
اللہ کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھٹ کر مرا ہوا (جانور) اور (دھار دار آلے کے بغیر  
کسی چیز کی) ضرب سے مرا ہو اور اوپر سے گر کر مرا ہوا اور (کسی جانور کے)  
سینگ مارنے سے مرا ہوا اور وہ (جانور) جسے دندنے نے پھاڑ کھایا ہو سوائے  
اس کے جسے (مرنے سے پہلے) تم نے ذبح کر لیا ہو اور (وہ جانور بھی حرام  
ہے) جو باطل معبودوں کے تھانوں (یعنی بتوں کے لئے مخصوص کی گئی قربان  
گاہوں) پر ذبح کیا گیا ہو اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم پانے (یعنی فال کے  
تیروں) کے ذریعے قسمت کا حال پوچھو، (یا حصے تقسیم کرو) یہ سب کچھ سخت  
گناہ ہے۔“

متذکرہ بالا آیات مقدسہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے معروف قرآنی اُسلوب کے  
مطابق صرف حرام کی فہرست بیان فرمادی ہے اور اس کے علاوہ باقی جانوروں کی جو حلال  
ہیں تفصیل بیان نہیں فرمائی۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہوتا کہ شریعتِ اسلامیہ جائز اشیاء کی  
فہرست کو تفصیل سے بیان کرنے لگتی تو پھر صرف چند مخصوص اشیاء ہی حلت کے لئے باقی  
بچتیں، ایسی صورت میں یقیناً لوگوں کو بڑی دشواری اور ناقابل تصور مشکلات کا سامنا کرنا  
پڑتا۔ اور لوگوں کے لیے شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنا یقیناً دشوار ہو جاتا لہذا اس پر

(۱) القرآن، المائدة، ۵: ۳

جتنا شکر بجا لایا جائے کم ہے کہ اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ہمارے لئے نہایت آسان دین دے کر مبعوث فرمایا ہے (بعثت بالحنيفية السمحة)۔<sup>(۱)</sup>

## اباحتِ اصلی اور مفسرین کا نقطہ نظر

ذیل میں ہم قاعدہ فقہیہ الأصل فی الاشیاء الاباحہ<sup>(۲)</sup> کی تائید میں چند معروف مفسرین کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں جس سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ روزمرہ کی وہ ہزاروں اشیاء جن کے بارے میں شریعت خاموش ہے وہ مباح اور جائز ہیں اور جب تک ان کے عدم جواز اور حرمت پر کوئی شرعی نص قائم نہ ہو ہم محض عدم ذکر کی بنا پر انہیں حرام نہیں کہہ سکتے۔

### ۱۔ امام ابو بکر احمد بن علی جصاص الحنفیؒ (۳۷۰ھ)

امام ابو بکر احمد بن علی جصاص حنفیؒ قرآن کی مختلف آیات مقدسہ سے اباحتِ اصلی کی تائید میں استدلال کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

قوله ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾<sup>(۳)</sup> و قوله ﴿وَ

(۱) ۱۔ احمد، المسند، ۵: ۲۶۶، رقم: ۲۲۳۳۵

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۸: ۱۷۰، رقم: ۷۷۱۵

۳۔ ہیشمی، مجمع الزوائد، ۲: ۲۶۰

۴۔ رویانی، المسند، ۲: ۳۱۷، رقم: ۱۲۷۹

۵۔ مناوی، فیض القدير، ۳: ۲۰۳

۶۔ سیوطی، تدریب الراوی، ۲: ۳۲۸

(۲) ۱۔ شامی، رد المختار، ۶: ۳۵۹

۲۔ سرخسی، المبسوط، ۲۴: ۷۷

۳۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۹: ۲۵۶

۴۔ سیوطی، الاشباہ والنظائر، ۱: ۶۰

(۳) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۹

سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ﴿<sup>(۱)</sup>﴾ وَقَوْلُهُ ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ ﴿<sup>(۲)</sup>﴾ يَحْتَجُّ بِجَمِيعِ ذَلِكَ فِي أَنَّ الْأَشْيَاءَ عَلَى الْإِبَاحَةِ مِمَّا لَا يَحْظُرُهُ الْعَقْلُ فَلَا يَحْرُمُ مِنْهُ شَيْءٌ إِلَّا مَا قَامَ دَلِيلُهُ۔ ﴿<sup>(۳)</sup>﴾

”اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ”وہ وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا“ اور اس کا فرمان کہ ”اس نے تمہارے لئے آسمانوں اور زمینوں کی ساری اشیاء کو مسخر کر دیا۔“ ارشادِ باری تعالیٰ کہ ”(اے محبوب ﷺ!) فرما دیجئے اللہ کی اس زینت (وآرائش) کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے اور کھانے کی پاک ستھری چیزوں کو (بھی کس نے حرام کیا ہے) ان تمام آیات سے یہ دلیل اخذ کی جاتی ہے کہ تمام اشیاء اصلاً اباحت پر ہیں جو کہ خلاف عقل نہ ہوں تو ان میں سے کوئی شے اس وقت تک حرام نہیں ہو سکتی جب تک حرمت کی دلیل قائم نہ ہو۔“

۲۔ امام محمود بن عمر الزمخشریؒ (۵۳۸ھ)

امام جبار اللہ زمخشریؒ آیت هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ﴿<sup>(۴)</sup>﴾ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

﴿لَكُمْ﴾ لِأَجْلِكُمْ وَلَا نَتَفَاعَكُم بِهِ فِي دُنْيَاكُمْ وَدِينِكُمْ۔ ﴿خَلَقَ لَكُمْ﴾ عَلَى أَنَّ الْأَشْيَاءَ الَّتِي يَصْحَحُ أَنْ يَنْتَفِعَ بِهَا وَلَمْ تَجْرَمْ مَجْرَى

(۱) القرآن، الجاثیہ، ۴۷: ۱۳

(۲) القرآن، الاعراف، ۷: ۳۲

(۳) جصاص، احکام القرآن، ۱: ۲۸

(۴) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۹

المحظورات في العقل خلقت في الأصل مباحة مطلقاً لكل أحد  
أن يتناولها ويستمتع بها۔<sup>(۱)</sup>

”لکم یعنی تمہاری خاطر اور دین و دنیا میں تمہارے فائدے کے لئے پیدا کیا  
”خلق لکم“ اس اصول پر کہ جن چیزوں سے فائدہ اٹھانا درست ہے اور عقلی  
ممنوعات میں شامل نہیں۔ اصل میں وہ مطلقاً مباح پیدا کی گئی ہیں۔ ہر ایک  
ان کو کھانے اور ان سے فائدہ اٹھانے کا حق دار ہے۔“

۳۔ امام محمد بن احمد مالکی القرطبیؒ (۱۶۷ھ)

امام قرطبیؒ آیت - وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا  
مِنْهُ<sup>(۲)</sup> - کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

إستدل من قال ان اصل الاشياء التي ينتفع بها الاباحة بهذه الاية  
و ما كان مثلها كقوله ﴿ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي  
الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ الْآيَةَ ﴾ حتى يقوم الدليل على الحظر و  
عضدوا هذا بأن قالوا أن المأكَل الشهية خلقت مع امكان ألا  
تخلق فلم تخلق عبثاً فلا بدلها من منفعة و تلك المنفعة لا يضح  
رجوعها إلى الله تعالى لإستغنائه بذاته فهي راجعة إلينا و منفعتنا  
أما في نيل لذتها أو في إجتناها لنتخبر بذلك أو في إعتبارنا بها  
و لا يحصل شئ في تلك الأمور إلاً بذوقها فلزم أن تكون  
مباحة۔<sup>(۳)</sup>

(۱) زمخشری، الکشاف، ۱: ۱۱۲

(۲) القرآن، الجاثیة، ۴۵: ۱۳

(۳) قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۱: ۲۵۱

”جن لوگوں نے کہا مفید چیزوں میں اصل اباحت ہے اس اور اس جیسی دوسری آیتوں سے دلیل پکڑی ہے مثلاً فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ﴾ اللہ نے اپنی طرف سے تمہارے تابع فرمان کر دیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، جب تک منع پر دلیل قائم نہ ہو جائے اور اس کی تائید اس طرح کی کہ پسندیدہ کھانے پیدا کئے گئے حالانکہ ان کو نہ پیدا کرنا بھی ممکن تھا لہذا ان کو فضول پیدا نہیں کیا گیا پس ان کا مفید ہونا ضروری ہے اور یہ تو درست نہیں کہ اس افادیت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے کہ وہ ذات پاک اس سے مستغنی ہے سو یہ افادیت ہماری اور ہماری منفعت کی طرف رجوع کرے گی کہ وہ یا تولدت حاصل کرنے کے لئے ہے یا ان سے پرہیز کرنے کے لئے تاکہ اس سے ہماری جانچ ہو یا ہم اس سے عبرت حاصل کریں (یا ان پر قیاس کریں) اور ان میں سے ایک مقصد بھی چلنے بغیر حاصل نہیں ہوتا سو لازم ہے کہ اشیاء اصل میں مباح ہوں۔“

۳۔ امام عبداللہ بن محمود بن احمد النسفیؒ (۱۰۷ھ)

امام عبداللہ بن محمود احمد النسفیؒ آیت ھُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا<sup>(۱)</sup> کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وقد استدلل الكرخي وابوبكر الرازي والمعتزلة بقوله ﴿خَلَقَ لَكُمْ﴾ على أن الاشياء التي يصح ان ينتفع بها خلقت مباحة في الأصل جميعاً۔<sup>(۲)</sup>

”اور اس آیت مبارکہ - خَلَقَ لَكُمْ - سے امام کرخی امام ابو بکر رازی اور معتزلہ نے استدلال کیا ہے کہ تمام نفع بخش اشیاء اصلاً اباحت پر پیدا کی گئی ہیں۔“

(۱) البقرہ، ۲۰: ۲۹

(۲) نسفی، مدارک التنزیل، ۱: ۳۹

## قابلِ افسوس پہلو

بڑے تعجب کی بات ہے کہ دین دینے والا خدائے بزرگ و برتر اور دین لے کر آنے والے آقائے نامدار ﷺ تو یہ فرما رہے ہوں کہ **إِن الدِّينَ يَسِرُ** <sup>(۱)</sup> (اسلام بہت آسان اور سہل دین ہے) اور خود قرآن بھی یہ پکار پکار کر کہہ رہا ہو کہ لا اکراه فی الدِّینِ <sup>(۲)</sup> (دین میں کوئی تنگی یا دشواری نہیں) یعنی قرآن خود بھی دین کو آسان بتائے لیکن دین کی پیروی کرنے والے اور اس کو آگے پہنچانے والے اس کی آسانیوں کو ختم کر کے اسے اتنا مشکل بنا دیں کہ دین ناقابلِ عمل محسوس ہونے لگے تو ایسے میں دین کی طرف کون راغب ہوگا؟

وہ ذات خداوندی تو ہمارے لئے قدم قدم پر آسانیاں پیدا کرنا چاہتی ہے اسی لئے اس نے چند ناجائز اشیاء کی فہرست عطا کر دی اور علاوہ ازیں سب کچھ جائز اور حلال قرار دیا۔ یہ سب کچھ دینِ اسلام کی آسانی کی بینِ شہادت نہیں تو اور کیا ہے؟

اس کے برعکس اگر یوں ہوتا کہ شریعتِ اسلامیہ جائز اشیاء کی فہرست گنوا دیتی اور حکمِ حلت میں چند اشیاء مخصوص کر دیتی تو یقیناً تمہیں شریعتِ اسلامیہ کو بہت بڑی دشواری اور ناقابلِ تصور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا جس کے نتیجے میں زندگی بسر کرنا یقیناً ایک مسئلہ بن جاتا۔ اس پر اللہ ﷻ کا جتنا شکر بجالایا جائے کم ہے کہ اُس نے ہمارے لئے حضور ﷺ

- (۱) ۱- بخاری، الصحيح، ۱: ۲۳، کتاب الایمان، باب الدین یسر، رقم: ۳۹  
 ۲- نسائی، السنن، ۸: ۱۲۲، کتاب الایمان وشرائعه، باب الدین یسر،

رقم: ۵۰۳۳

۳- نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۵۳۷، رقم: ۱۱۷۶۵

۴- ابن حبان، الصحيح، ۲: ۶۳، رقم: ۳۵۱

۵- بیہقی، السنن الکبریٰ، ۳: ۱۸، رقم: ۳۵۱۸

۶- قضاعی، المسند الشہاب، ۲: ۱۰۴، رقم: ۹۷۶

(۲) القرآن، البقرہ، ۲: ۲۵۶

کو نہایت آسان دین دے کر بھیجا اور اُمت کی سہولت کی خاطر ایک شاندار اُصول وضع فرما دیا کہ جس چیز سے ہم تمہیں منع کر دیں اس سے رک جاؤ کیونکہ وہ حرام ہے اور جس چیز کے متعلق خدا اور اس کا رسول ﷺ خاموش رہیں وہ قیامت تک تمہارے لئے جائز اور حلال ہے۔ امام ترمذی (۲۷۹ھ) جامع ترمذی، کتاب اللباس میں روایت کرتے ہیں جب حضور ﷺ سے گھی، پنیر اور پوستین کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الحلال ما أحل الله في كتابه و الحرام ما حرم الله في كتابه وما  
سكت عنه فهو مما عفا عنه۔<sup>(۱)</sup>

”وہ (چیز) حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حلال ٹھہرایا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرا دیا ہے۔ اور وہ اشیاء جن کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا گیا ہے تو وہ تمہارے لئے معاف ہیں۔“

اس حدیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اشیاء جن کی حلت حرمت کے

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب فی لبس الفراء، ۴:  
۲۲۰، رقم: ۱۷۲۶

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الاطعمۃ، باب أكل الجبن و السمن، ۲: ۱۱۱۷،  
رقم: ۳۳۶۷

۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۶: ۲۵۰، رقم: ۶۱۲۳

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۲۹، رقم: ۷۱۱۵

۵۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۲

۶۔ دیلمی، الفردوس بما ثور الخطاب، ۲: ۱۵۸، رقم: ۲۸۰۰

۷۔ ابراہیم حسینی، البیان والتعریف، ۲: ۳۰، رقم: ۹۶۶

۸۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲: ۲۲۱

۹۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۲۰۶

بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خاموش ہیں ان کی وضاحت طلب نہ کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل کی طرح تمہارا کثرت سے سوال کرنا تمہارے لئے دشواریاں پیدا کر دے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر تم ہر چیز پر خدا اور اس کے رسول ﷺ سے سوال کرو گے کہ فلاں جائز ہے یا ناجائز؟ تو اگر جواب میں یہ فرما دیا جائے کہ یہ ناجائز ہے تو تم تنگی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

اس اہم بات کو اس واقعہ سے سمجھیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حج کے احکامات نازل کرتے ہوئے فرمایا:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا. (۱)

”اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔“

اس پر ایک صحابی نے عرض کیا:

أفئ كل عام يا رسول الله؟

”یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟“

حضور ﷺ نے چہرہ مبارک دوسری طرف پھیر لیا اور خاموش رہے۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: ”أفئ كل عام يا رسول الله؟“ حضور ﷺ پھر خاموش رہے۔ اس نے تیسری مرتبہ بھی جب یہی سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لو قلت نعم: لوجبت. ولما استطعتم ثم قال ذروني ما

تركتكم۔ (۲)

(۱) القرآن، آل عمران، ۳: ۹۷

(۲) ۱- مسلم، الصحيح، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر، ۲:

۹۷۵، رقم: ۱۳۳۷

۲- نسائی، السنن، كتاب مناسك الحج، باب وجوب الحج، ۵: ۱۱۰

”اگر میں ہاں کہہ دیتا تو توجہ ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی استطاعت نہ رکھتے جن چیزوں کا بیان چھوڑ دیا کروں تم ان کا سوال مت کیا کرو۔“

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۵۵۵ھ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے سوالات کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ أَكْثَرَ الْمَسْأَلَةِ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مِنْ سَأَلٍ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَحْرَمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَحَرَمَ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ۔<sup>(۱)</sup>

..... ۳- احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۰۸، رقم: ۱۰۶۱۵

۴- بیہقی، السنن الكبرى، ۴: ۳۲۵، رقم: ۸۳۹۸

۵- اسحاق بن راہویۃ، المسند، ۱: ۱۳۴، رقم: ۶۰

۶- مروزی، السنۃ، ۱: ۴۰، رقم: ۱۲۴

۷- ابن حجر عسقلانی، تلخیص الحبر، ۲: ۲۲۰

۸- اصیہانی، المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم، ۴: ۱۱، رقم:

۳۱۰۸

(۱) ۱- مسلم، الصحیح، کتاب الفضائل، باب توفیرہ وترك إكثار سؤاله، ۴:

۱۸۳۱، رقم: ۲۳۵۸

۲- بخاری، الصحیح، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من

کثرہ، ۶: ۲۶۵۸، رقم: ۶۸۵۹

۳- ابو داود، السنن، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، ۴: ۲۰۱، رقم: ۴۶۱۰

۴- احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۷۹، رقم: ۱۵۴۵

۵- حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ۳: ۷۲۵، رقم: ۶۶۲۸

۶- بزار، المسند، ۳: ۲۹۲، رقم: ۱۰۸۳

۷- ابو یعلیٰ، المسند، ۲: ۱۰۴، رقم: ۷۶۱

۸- ابن عبدالبر، التمهید، ۲۱: ۲۹۰

۹- بیہقی، المدخل الی السنن الكبرى، ۱: ۲۱۸، رقم: ۲۷۸

۱۰- قرطبی، جامع لأحكام القرآن، ۶: ۳۳۵

”بے شک مسلمانوں میں سب سے بڑا جرم اس مسلمان کا ہے جو ایسی چیز کے بارے میں سوال کرے جو کہ مسلمانوں پر حرام نہ تھی مگر اس کے سوال کرنے کی وجہ سے حرام کر دی گئی۔“

اسی طرح یہ آیت مبارکہ بھی دین کا مزاج اور شریعت مصطفوی ﷺ کا بنیادی اصول سمجھنے میں مدد دیتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا۔<sup>(۱)</sup>

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔“

یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی طاقت سے بڑھ کر اسے تکلیف نہیں دیتا تو ہم کیوں تنگی اور دشواری کو اپنے لئے دعوت دیتے پھرتے ہیں۔

## فلسفہ حلال و حرام کی روشنی میں تصور بدعت

اس بنیادی فلسفہ دین اور اصولِ حلت و حرمت کو سمجھنے کے بعد اب تصور بدعت کو سمجھنا ہمارے لیے قدرے آسان ہو جائے گا کہ اس کی رو سے ہر وہ نیا کام جس کے بارے میں کتاب و سنت خاموش ہو وہ ہمارے لئے جائز اور مباح ہے تا وقتیکہ اس کام کی حرمت اور ممانعت کتاب و سنت یا پھر آثارِ صحابہ ﷺ سے ثابت ہو جائے۔

اب یہ کہنا بالکل بجا طور پر درست تسلیم کیا جائے گا کہ جب کسی چیز کو:

- ۱۔ قرآن نے ناجائز نہیں کیا۔
- ۲۔ سنت نبوی نے ناجائز نہیں گردانا۔
- ۳۔ آثارِ صحابہ ﷺ نے ناجائز قرار نہیں دیا۔ اور
- ۴۔ نہ ہی اجماعِ امت اس کی حرمت پر متفق ہے۔

(۱) القرآن، البقرة، ۲: ۲۸۶

تو اس وقت وہ شے اپنی اباحت کے اُصول پر جائز رہتی ہے، خواہ نئی ہو یا پرانی۔

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک  
دلیل کم نظری، قصہٴ جدید و قدیم

کسی شے کا محض پرانا یا نیا ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس کا معنی تب متعین ہوتا ہے جب وہ شے کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھی جائے۔ جو شے قرآن کی نص سے متعارض ہو یا سنتِ رسول ﷺ اور اجماع صحابہ کی مخالف ہو تو ایسی چیز بہر حال ناجائز اور مردود ہوگی چاہے اسے کرنے والے کوئی بڑے معتبر افراد ہی کیوں نہ ہوں اور اگر کوئی شے قرآن و سنت اور اجماع صحابہ کی مخالف نہیں ہے اور اس پر بالصراحت نہی وارد نہیں ہوئی تو وہ شے جائز ہوگی خواہ ساری اُمت مل کر اس کی حرمت کا فتویٰ کیوں نہ صادر کر دے۔ اس لئے کہ کسی شے کو حرام کرنے کا اختیار اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہی ہے کسی اور کو نہیں۔

www.MinhajBooks.com

## فصل دوم

کسی شے کا عدم ذکر دلیل حرمت نہیں ہے

حضور ﷺ اور صحابہ سے کسی عمل کا ذکر ثابت نہ ہونا، بدعتِ محرّمہ نہیں

عدم ثبوتِ فعل کے حکم کا اصولی ضابطہ

نفسِ مسئلہ پر کتاب و سنت کے دلائل

[www.MinhajBooks.com](http://www.MinhajBooks.com)



[www.MinhajBooks.com](http://www.MinhajBooks.com)

حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کسی عمل کا ثابت نہ

ہونا، بدعتِ محرّمہ نہیں

حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کسی کام کو ترک کر دینا اس کی حرمت کی دلیل نہیں ہو سکتا ورنہ ہر وہ عمل جس کو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان نہیں کیا اور اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھا وہ بھی حرام ہو جاتا، کیونکہ اگر حضور ﷺ یا صحابہ کے ترک کر دینے سے کوئی کام بدعتِ سیئہ بن جاتا ہے تو کیا قرآن میں ترک ذکر سے وہ بدعت نہیں بنے گا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً بلکہ بطریقِ اولیٰ بدعتِ مذمومہ بنے گا لہذا ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ترک ذکر یا عدم ثبوتِ فعلِ حرمت کی دلیل نہیں کیونکہ عدم ثبوتِ فعل اور ثبوتِ عدمِ جواز (یعنی فعل کا نہ کرنا اور فعل کا حرام ہونا) دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

”عدم ثبوتِ فعل“ کے حکم کا اُصولی ضابطہ

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) ”فتح الباری“ میں نقل کرتے ہیں:

الفعل يدل على الجواز وعدم الفعل لا يدل على المنع۔<sup>(۱)</sup>

”کسی کام کا کرنا اس کے جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا منع کی دلیل نہیں“

علامہ ابن ہمامؒ (۸۶۱ھ) ”فتح القدیر“ میں فرماتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا نفى المنذوبية أما ثبوت الكراهة فلا إلا أن

(۱) ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۱۰: ۱۵۵

یدل دلیل آخر۔<sup>(۱)</sup>

” (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے) نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں۔ رہا کراہت کا ثبوت وہ اس وقت تک متحقق نہیں ہوتا جب تک اور کوئی دلیل اس (کراہت) پر قائم نہ ہو۔“

## نفسِ مسئلہ پر کتاب و سنت سے دلائل

اسلام ایک آسان، واضح اور قابل عمل دین ہے۔ شریعت مطہرہ میں کوئی شے اس وقت تک ناجائز اور حرام قرار نہیں پاتی ہے جب تک قرآن و سنت اسے ناجائز اور حرام قرار نہ دے دیں۔ جس شے کو کتاب و سنت میں صراحت کے ساتھ حرام نہیں قرار دیا گیا اسے از روئے شرع حرام تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں شریعت اسلامیہ نے جائز اور حلال اشیاء کی فہرست نہیں گنوائی بلکہ ناجائز اور حرام چیزوں کی فہرست مہیا کر دی ہے جو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقرر کردہ واضح احکام پر مشتمل ہے مثلاً خنزیر، بہتا ہوا لہو، مردار اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے جانوروں کے گوشت وغیرہ کو بالصرحت حرام قرار دے دیا گیا۔ اسی طرح دیگر مشروبات و ماکولات، رشتوں، معاملات اور عقائد میں سے جملہ محرمات گنوا کر مسلمانوں کو آگاہ کر دیا گیا کہ فلاں فلاں چیزیں تمہارے لئے حرام ہیں اور ان کے علاوہ اس کائنات ارضی و سماوی میں جو کچھ بھی ہے اسے تمہارے لئے حلال اور مسخر کر دیا تاکہ تم ان سے استفادہ کرو۔ ارشادِ خداوندی ہے:

www.MinhajBooks.com

(۱) ۱۔ ابن ہمام، فتح القدیر، ۱: ۴۴۶

۲۔ ابن نجیم حنفی، البحر الرائق، ۱: ۲۶۶

۳۔ ابن عابدین، حاشیہ ابن عابدین، ۲: ۱۴

۴۔ السیواسی، شرح فتح القدیر، ۱: ۴۴۶

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ۔<sup>(۱)</sup>

”اور اُس نے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کو اپنی طرف سے (نظام کے تحت) مسخر کر دیا ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جملہ نعمتیں انسان کے لئے پیدا کیں اور ان پر اسے جائز استعمال کا اختیار دے کر احسان فرمایا۔ اگر وہ خالق کائنات، رحمن و رحیم خود انسان پر ان نعمتوں کو حرام ٹھہرا دیتا اور انہیں ان سے مستفید ہونے کی اجازت نہ دیتا تو اس کا کیا ہوا یہ وعدہ کیونکر اس کے رب العالمین ہونے پر شہادت فراہم کرتا جو اس قرآنی ارشاد میں مذکور ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَّا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلٰيْكُمْ نِعْمَةً ظَاهِرَةً وَ بَاطِنَةً۔<sup>(۲)</sup>

”(لوگو!) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے تمہارے لئے ان تمام چیزوں کو مسخر فرما دیا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور اس نے اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں۔“

قرآنی ارشاد کی رو سے حلال و جائز اشیاء کے عموم کے پیش نظر جب ہم حرام اشیاء پر غور کرتے ہیں تو یہاں بھی ہمیں اس کی رحمتوں اور بے پایاں مہربانیوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اس لئے کہ جو اشیاء بھی اسلام میں حرام ٹھہرائی گئی ہیں خواہ ان کا حکم اللہ رب العزت نے دیا ہو یا اس کے پیارے رسول ﷺ نے انہیں اپنے تشریحی و تکوینی اختیارات سے حرام ٹھہرایا ہو، وہ حکم کسی خاص مصلحت اور حکمت پر مبنی ہوتا ہے مثلاً اسلامی شریعت میں حرام کی گئی اشیائے خورد و نوش میں جو قباحتیں اور ضرر رسانیاں مضمحل ہیں چودہ صدیاں

(۱) القرآن، الجاثیہ، ۳۵: ۱۳

(۲) القرآن، لقمان، ۳۱: ۲۰

گزرنے کے بعد آج انہیں جدید سائنسی تحقیقات ان کی تصدیق کر رہی ہیں۔ مذکورہ ضرر رساں اشیاء کے علاوہ کائنات کی تمام چیزیں حلال قرار دی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔<sup>(۱)</sup>

”وہی (اللہ) ہے جس نے زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے پیدا کر دیں۔“

اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن نے حرام چیزیں بیان کر دی ہیں اور جن چیزوں کے بارے میں خاموش ہے وہ جائز ہیں۔ قرآن کا قاعدہ ہے:

قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔<sup>(۲)</sup>

”اس نے تمہارے لئے ان (تمام) چیزوں کو تفصیلاً بیان کر دیا ہے جو اس نے تم پر حرام کی ہیں۔“

اس آیت سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ جن کا ذکر نہیں کیا گیا وہ حلال ہیں کیونکہ ترک ذکر کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ مباح ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ترک ذکر اباحت کی دلیل ہے نہ کہ حرمت کی۔

ایک اور مقام پر قرآن محرمات (وہ عورتیں جن سے شادی کرنا ممنوع ہے) کا ذکر کرنے کے بعد کہتا ہے:

وَ أُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَّرَاءَ ذَٰلِكُمْ۔<sup>(۳)</sup>

”اور اس کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔“

اس آیت مبارکہ میں قرآن واضح کر رہا ہے کہ ترک ذکر حرمت کی نہیں بلکہ حلت کی دلیل ہے تو جب قرآن میں ترک ذکر حلت کی دلیل ہے تو پھر حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ترک فعل کیسے حرمت کی دلیل بن گیا۔

(۱) القرآن، البقرة، ۲: ۲۹

(۲) القرآن، الانعام، ۶: ۱۱۹

(۳) القرآن، النساء، ۴: ۲۴

## قابل توجہ نکتہ

اس تصریح کے بعد یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ شریعت اگر اس چیز کا نام ہو کہ جسے خدا اور اس کے رسول ﷺ نے جائز اور حلال فرمایا اس کو جائز اور جس پر شریعت خاموش ہے اس کو ناجائز اور حرام ٹھہرا لیا جائے تو پھر روزمرہ زندگی میں صبح شام ہزاروں امور ایسے ہیں جن کا حکم نہ اللہ نے دیا ہے اور نہ حضور ﷺ نے ان کے متعلق بظاہر کچھ فرمایا ہے مثلاً ہمارے کھانے، پینے، پہننے، اوڑھنے اور بچھونے کی اشیاء غرضیکہ ہمارا ہر لمحہ حیات ایسی چیزوں سے وابستہ ہے جو ہماری زندگی میں جزو لاینفک کی حیثیت حاصل کر چکی ہیں جو عہد نبوی اور دور صحابہ میں موجود نہیں تھیں، تو وہ بھی حرام ٹھہریں گی اور اس طرح ان لاکھوں نئے معاملات میں گھری ہوئی ہماری مکمل زندگی اس تصور بدعت کے زمرے میں آ کر جمود و تعطل کا شکار ہو جائے گی اور شریعت اسلامیہ کی کشش اور تازگی ختم ہو جائے گی۔ یقیناً ایسا نہیں ہے بلکہ وہ معاملات جن کے متعلق قرآن و سنت کے صریح احکامات موجود نہیں ہیں انہیں حضور ﷺ نے وما سکت عنہ فہو مما عفا عنہ فرما کر جائز اور مباح قرار دے دیا۔ اس حوالے سے چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ امام ترمذی (۲۷۹ھ) جامع ترمذی، کتاب اللباس میں روایت کرتے ہیں جب حضور ﷺ سے ایک بارگھی، پیر اور دوسری اشیائے خوردنی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الحلال ما أحلّ الله في كتابه و الحرام ما حرّم الله في كتابه وما سکت عنہ فہو مما عفا عنہ۔<sup>(۱)</sup>

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب اللباس، باب فی لبس الفراء، ۴:

۲۲۰، رقم: ۱۷۲۶

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الاطعمۃ، باب أكل الجبن و السمن، ۲:

۱۱۱۷، رقم: ۳۳۶۷

”وہ (چیز) حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حلال ٹھہرایا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرا دیا ہے۔ اور وہ اشیاء جن کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا گیا ہے تو وہ تمہارے لئے معاف ہیں۔“

۲۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما أحلّ الله في كتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سكت عنه فهو عافية فاقبلوا من الله عافية ان الله لم يكن نسياً۔<sup>(۱)</sup>

..... ۳۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۶: ۲۵۰، رقم: ۶۱۲۳

۴۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۲۹، رقم: ۷۱۱۵

۵۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۲

۶۔ دیلمی، الفردوس بما ثور الخطاب، ۲: ۱۵۸، رقم: ۲۸۰۰

۷۔ ابراہیم حسینی، البیان والتعريف، ۲: ۳۰، رقم: ۹۶۶

۸۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۲: ۲۲۱

۹۔ ابن کثیر، تفسير القرآن العظيم، ۱: ۲۰۶

(۱) ۱۔ بیہقی، سنن الكبرى، ۱۰: ۱۲

۲۔ ترمذی، الجامع الصحيح، کتاب اللباس، باب فی لبس الفراء، ۴:

۲۲۰، رقم: ۱۷۲۶

۳۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الاطعمة، باب أكل الجبن و السمن، ۲: ۱۱۱۷،

رقم: ۳۳۶۷

۴۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۶: ۲۵۰، رقم: ۶۱۲۳

۵۔ حاکم، المستدرک، ۴: ۱۲۹، رقم: ۷۱۱۵

۶۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۲

۷۔ دیلمی، الفردوس بما ثور الخطاب، ۲: ۱۵۸، رقم: ۲۸۰۰

۸۔ ابراہیم حسینی، البیان والتعريف، ۲: ۳۰، رقم: ۹۶۶

”جس (چیز) کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے وہ حلال ہے اور جس (چیز) کو حرام قرار دیا ہے وہ حرام ہے۔ اور جس (چیز) پر خاموشی اختیار کی ہے تو وہ تمہارے لیے معاف ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے عافیت لے لو بے شک اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں۔“

۳۔ ایک اور حدیث مبارکہ میں حضرت ابو ثعلبہ حشبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله تعالى فرض فرائض فلا تضيعوها وحرم حرمات فلا تنتهكوها وحدد حدوداً فلا تعتدوها وسكت عن أشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها۔<sup>(۱)</sup>

”بے شک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کی ہیں۔ انہیں ہاتھ سے نہ جانے دو اور کچھ حرام فرمائی ہیں ان کی حرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بغیر بھولے سکوت فرمایا ہے ان کی کھوج نہ لگاؤ۔“

ملا علی قاری (المتوفی ۱۰۱۳ھ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ لا تبحثوا عن

(۱) ۱۔ دارقطنی، السنن، ۴: ۱۸۴، رقم: ۴۲

۲۔ طبرانی، المعجم الكبير، ۲۲: ۲۲۲، رقم: ۵۸۹

۳۔ بیہقی، السنن الكبرى، ۱۰: ۱۲

۴۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۷۱

۵۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۷: ۶۲۶

۶۔ ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء، ۹: ۱۷

۷۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ۶: ۳۳۴

۸۔ طبری، جامع البیان، ۷: ۸۵

تلک الاشیاء (ان چیزوں سے بحث نہ کرو) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دل علی أن الاصل فی الاشیاء الاباحة کقولہ تعالیٰ هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔<sup>(۱)</sup>

”یہ فرمانِ نبوی بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً“ سے اباحت ثابت ہوتی ہے۔“

۳۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تم پر حج فرض ہو گیا پس حج کیا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتیٰ کہ اس نے تین بار یہی سوال کیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں ہاں کہہ دیتا تو حج ہر سال فرض ہو جاتا اور تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے پھر آپ نے فرمایا:

ذرونی ما ترکتکم فإنما ہلک من کان قبلکم بکثرة سؤالہم و اختلافہم علی أنبیائہم فإذا أمرتکم بشیء فأتوا منه ما استطعتم و إذا نہیتکم عن شیء فدعوه۔<sup>(۲)</sup>

(۱) ملا علی قاری، مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ۱: ۲۲۳

(۲) ۱۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب فرض الحج، ۲: ۹۷۵، رقم: ۱۳۳۷

۲۔ ابن ماجہ، السنن، باب اتباع سنة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۱: ۳، رقم: ۲

۳۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۵۰۸، رقم: ۱۰۶۱۵

۴۔ اسحاق بن راہویہ، المسند، ۱: ۱۵۱، رقم: ۹۱

۵۔ بیہقی، السنن الکبریٰ، ۴: ۳۲۵، رقم: ۸۳۹۸

۶۔ ابو نعیم، المسند المستخرج علی صحیح الامام المسلم، ۴: ۱۱، رقم:

”جس بات کی میں نے تم پر تنگی نہیں کی اس میں مجھ سے تفتیش (یعنی سوال) نہ کیا کرو کیونکہ اگلی اُمّتیں اپنے اُنبیاء سے کثرت سے سوالات کرنے اور ان سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔ پس جب میں کسی چیز کا حکم دوں تو اسے بقدر قدرت بجالاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔“

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی درج بالا حدیث مبارکہ صحیح ابن حبان میں ان الفاظ سے بھی مروی ہے:

ذرونی ما ترکتم فإنما ہلک الذین قبلکم بکثرة سؤالہم و اختلافہم علی اُنبیائہم فإذا نہیتکم عن شیء فاجتنبوہ و إذا أمرتکم بأمر فأتوا منہ ما استطعتم۔<sup>(۱)</sup>

”جس بات کی میں نے تم پر تنگی نہیں کی اس میں مجھ سے تفتیش (یعنی سوال) نہ کرو کیونکہ اگلی اُمّتیں اپنے اُنبیاء سے کثرت سے سوالات اور ان سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں پس میں جس بات سے منع کروں تو اس سے بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر استطاعت بجالاؤ۔“

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۹: ۱۸، رقم: ۳۷۰۳

۲۔ احمد بن حنبل، المسند، ۲: ۲۳۷، رقم: ۷۳۶۱

۳۔ ابن راہویہ، المسند، ۱: ۱۳۳، رقم: ۶۰

۴۔ ابو یعلیٰ، المسند، ۱۱: ۱۹۵، رقم: ۶۳۰۵

۵۔ دیلمی، الفردوس بمأثور الخطاب، ۲: ۲۳۱، رقم: ۳۱۳۷

۶۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ۱: ۱۵۸

۷۔ ابن رجب، جامع العلوم والحکم، ۱: ۸۹

۸۔ ہبہ اللہ، اعتقاد اہل السنۃ، ۱: ۱۱۳، رقم: ۱۷۶

۹۔ ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۵: ۳۱۲

## خلاصہ بحث

ان آیات و احادیث کی روشنی میں شریعتِ مطہرہ کا یہ اصول اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے یعنی جن اشیاء کو شریعت نے حلال قرار دیا وہ حلال ہیں اور جنہیں حرام قرار دیا وہ حرام ہیں اور جن اشیاء کے بارے میں خاموشی اختیار کی گئی ان کے بارے میں کوئی بھی حکم حلال و حرام کا نہ دیا گیا ہو وہ مباح اور جائز ہوں گی کسی شے کو محض عدم ذکر یا عدم ثبوت کی وجہ سے ناجائز یا حرام تصور کرنا شریعت کے منافی اور اسلام کے متعین کردہ نظامِ حلت و حرمت سے انحراف کے مترادف ہے کیونکہ کسی شے پر شارع ﷺ کا سکوت فرمانا بذاتِ خود اس شے کے مباح اور جائز ہونے کی دلیل ہے۔



www.MinhajBooks.com





[www.MinhajBooks.com](http://www.MinhajBooks.com)

- ۱- القرآن حکیم۔
- ۲- آجزی، ابو بکر محمد بن حسین بن عبداللہ (م ۳۶۰ھ)۔ کتاب الشریعة۔ ریاض، سعودی عرب: دار الوطن، ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء۔
- ۳- آلوسی، ابو الفضل شہاب الدین السید محمود۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی۔ بیروت، لبنان: دار الاحیاء التراث۔
- ۴- ابن ابی حاتم رازی، ابو محمد عبد الرحمن (۲۴۰-۳۶۷/۸۵۳-۹۳۸)۔ الجرح و التعديل۔ حیدرآباد دکن، بھارت، مجلس دائرہ معارف عثمانیہ۔
- ۵- ابن ابی دنیا، عبداللہ بن محمد ابوبکر القریشی (۲۰۸-۲۸۱ھ)۔ مکارم الاخلاق۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ القرآن، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔
- ۶- ابن ابی شیبہ، ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (۱۵۹-۲۳۵ھ/۷۷۶-۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشید، ۱۴۰۹ھ۔
- ۷- ابن ابی حاتم، ابوبکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔ السنۃ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔
- ۸- ابن آشیر، ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی جزری (۵۵۵-۶۳۰ھ/۱۱۶۰-۱۲۳۳ء)۔ الکامل فی التاریخ۔ بیروت، لبنان: دار صادر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔
- ۹- ابن آشیر، ابو السعادات مبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم بن عبد الواحد شیبانی

- جزری (۵۴۴-۶۰۶ھ/۱۱۴۹-۱۲۱۰ء)۔ النہایہ فی غریب الحدیث والأثر۔ قم، ایران: مؤسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان، ۱۳۶۴ھ۔
- ۱۰- ابن باز، عبدالعزیز بن عبد اللہ بن باز، (۱۴۲۱ھ)۔ فتاویٰ اللجنہ الدائمۃ للبحوث العلمیہ و الإفتاء۔ الرياض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۱۲ھ۔
- ۱۱- ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱-۷۲۸ھ/۱۲۶۳-۱۳۲۸ء)۔ منهاج السنۃ۔ مصر: مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق۔
- ۱۲- ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام حرانی (۶۶۱-۷۲۸ھ/۱۲۶۳-۱۳۲۸ء)۔ کتب و رسائل و فتاویٰ ابن تیمیہ فی الفقہ۔ مکتبۃ ابن تیمیہ۔
- ۱۳- ابن جارود، ابو محمد عبد اللہ بن علی بن جارود نیشاپوری (۳۰۷ھ)۔ المنتقی من السنن المسندۃ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتاب الثقافیۃ، ۱۴۱۸ھ/۱۹۸۸ء۔
- ۱۴- ابن جعد، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳-۲۳۰ھ/۵۰-۸۴۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔
- ۱۵- ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۹۷ھ/۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والأئمہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء۔
- ۱۶- ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۹۷ھ/۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ تلبیس ابلیس۔ قاہرہ، مصر: منشورات مکتبۃ التحریر۔
- ۱۷- ابن جوزی، ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ (۵۱۰-۵۹۷ھ/۱۱۱۶-۱۲۰۱ء)۔ التحقیق فی أحادیث الخلاف۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء۔
- ۱۸- ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/۸۸۴-۹۱۵ھ)۔

- ۶۹۵ء)۔ طبقات المحدثین باصبهان و الوردین علیہا۔ بیروت، لبنان:  
مؤسسة الرسالة، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء۔
- ۱۹۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/۸۸۴۔  
۹۶۵ء)۔ الصحيح۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالة، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء۔
- ۲۰۔ ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰-۳۵۴ھ/۸۸۴۔  
۹۶۵ء)۔ السيرة النبوية واخبار الخلفاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الكتب  
الثقافية، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔
- ۲۱۔ ابن حجر مکی، الشیخ احمد شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی (۹۰۹/۴/۹۷۷ھ)۔ فتاوی  
حدیثیة۔ القاہرہ، مصر: مکتبہ مصطفیٰ البانی الحلبي، ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء۔
- ۲۲۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (۳۸۴-۴۵۶ھ/۹۹۴-۱۰۶۴ء)۔  
الاحکام فی اصول الاحکام۔ فیصل آباد، پاکستان: ضیاء السنہ ادارۃ الترجمہ  
والتعریف، ۱۴۰۴ھ۔
- ۲۳۔ ابن حزم، علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی (۳۸۴-۴۵۶ھ/۹۹۴-۱۰۶۴ء)۔  
المحلی بلائثار۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق الجدیدہ۔
- ۲۴۔ ابن حمید، عبد بن حمید بن نصر ابو محمد الکسبی (۲۴۹ھ)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ  
السنیة، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔
- ۲۵۔ ابن خزیمہ، ابو بکر محمد بن اسحاق (۲۴۳-۳۱۱ھ/۸۳۸-۹۲۴ء)۔ الصحيح۔  
بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء۔
- ۲۶۔ ابن خلدون، عبدالرحمن بن خلدون (۷۳۶-۸۰۸ھ)۔ تاریخ ابن خلدون۔  
ازہر، مصر: المطبعة البھیة المصریة۔
- ۲۷۔ ابن راہویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبداللہ (۱۶۱)۔

۲۳۷ھ/۷۷۸-۸۵۱ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الایمان،  
۱۲۱۲ھ/۱۹۹۱ء۔

۲۸۔ ابن رجب حنبلی، ابو الفرج عبدالرحمن بن احمد (۳۶۶-۷۹۵ھ)۔ جامع العلوم  
والحکم فی شرح خمسين حديثا من جوامع الکلم۔ بیروت، لبنان: دار  
المعرفہ، ۱۴۰۸ھ۔

۲۹۔ ابن رجب حنبلی، ابو الفرج عبدالرحمن بن احمد (۳۶۶-۷۹۵ھ)۔ التخویف من  
النار۔ دمشق: مکتبۃ دارالبيان، ۱۳۹۹ھ۔

۳۰۔ ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸-۲۳۰ھ/۷۸۲-۸۴۵ء)۔ الطبقات الكبرى۔  
بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعة والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۳۱۔ ابن سلام، ابی عبدالقاسم بن سلام (۲۲۴ھ)۔ کتاب الأموال۔ قاہرہ، مصر، دار  
الفکر للطباعة والنشر والتوزیع۔

۳۲۔ ابن عابدین شامی، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین دمشقی (۱۲۴۴-  
۱۳۰۶ھ)۔ رد المحتار علی درالمختار۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبۃ ماجدیہ،  
۱۳۹۹ھ۔

۳۳۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸-۴۶۳ھ/۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔  
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔ بیروت، لبنان: دار الجلیل، ۱۴۱۲ھ۔

۳۴۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد (۳۶۸-۴۶۳ھ/۹۷۹-۱۰۷۱ء)۔  
التمہید۔ مغرب (مراکش): وزارت عموم الأوقاف، ۱۳۸۷ھ۔

۳۵۔ ابن عبدالسلام، امام عزالدین بن عبدالسلام السلمی الشافعی (۵۷۷-۶۶۰ھ/۱۱۸۱-  
۱۲۶۲ء)۔ قواعد الأحکام فی مصالح الأنام۔ بیروت، لبنان: ناشر دار الکتب  
العلمیۃ۔

- ٣٦- ابن عبدالسلام، امام عز الدين بن عبدالسلام السلمى الشافعى (٥٤٤-٦٦٠هـ / ١١٨١-١٢٦٢ع). فتاوى العز بن عبد السلام- بيروت، لبنان: دار المعرفة، ١٤٠٦هـ
- ٣٧- ابن فارس (١٠٠٣هـ)، تحقيق عبدالسلام هارون- معجم مقاييس اللغة- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية
- ٣٨- ابن قتيبة، ابو محمد عبداللہ بن مسلم الدينورى (٢١٣-٢٤٦هـ)- المعارف- قاهرة، دار المعارف
- ٣٩- ابن قدامه، ابو محمد عبداللہ بن احمد المقدسى (٦٢٠هـ)- المغنى فى فقه الامام احمد بن حنبل الشيبانى- بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٤٠٥هـ
- ٤٠- ابن قيم، محمد ابى بكر، ايوب الزرع، ابو عبداللہ (٦٩١-٧٥١هـ)- أعلام الموقعين عن رب العالمين- مصر، مطبعة السعادة، ١٣٤٢هـ
- ٤١- ابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر (٤٠١-٤٤٤هـ / ١٣٠١-١٣٤٣ع)- البداية والنهاية- بيروت، لبنان: دار الفكر، ١٣١٩هـ / ١٩٩٨ع-
- ٤٢- ابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر (٤٠١-٤٤٤هـ / ١٣٠١-١٣٤٣ع)- تحفة الطالب- مكة المكرمة، دار حراء، ١٤٠٦هـ
- ٤٣- ابن كثير، ابو الفداء اسماعيل بن عمر (٤٠١-٤٤٤هـ / ١٣٠١-١٣٤٣ع)- تفسير القرآن العظيم- بيروت، لبنان: دار المعرفة، ١٤٠٠هـ / ١٩٨٠ع-
- ٤٤- ابن ماجه، ابو عبداللہ محمد بن يزيد قزوینی (٣٠٩-٣٤٣هـ / ٨٢٢-٨٨٤ع)- السنن- بيروت، لبنان: دار الكتب العلمية، ١٣١٩هـ / ١٩٩٨ع-
- ٤٥- ابن منظور افريقى، امام العلامة ابو الفضل جمال الدين محمد بن مكرم بن منظور المصرى الافريقى (١١هـ)- لسان العرب- بيروت، لبنان: دار صادر-
- ٤٦- ابن نجيم، الشيخ زين بن ابراهيم بن محمد بن محمد بن بكر الحنفى (٩٤٠هـ)- البحر

- الرائق شرح كنز الدقائق - مصر: مطبوعۃ مطبعة علمية، ۱۳۱۱ھ۔
- ۴۷۔ ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی (۶۸۱ھ)۔ فتح القدیر - کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔
- ۴۸۔ ابن ہمام، کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی (۶۸۱ھ)۔ شرح فتح القدیر - مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ۔
- ۴۹۔ ابو احمد الجرجانی، عبداللہ بن عدی الجرجانی (۳۶۵ھ)۔ الکامل فی الضعفاء الرجال - بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۲ھ۔
- ۵۰۔ ابو الحسن الأشعری، امام ابو الحسن علی الأشعری (۳۲۲ھ / ۹۳۶ء)۔ مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلین - مصر: مکتبۃ النهضة المصریۃ۔
- ۵۱۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ / ۸۱۷-۸۸۹ء)۔ السنن - بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۳ء۔
- ۵۲۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲-۲۷۵ھ / ۸۱۷-۸۸۹ء)۔ السنن - بیروت، لبنان: داراحیاء التراث العربی۔
- ۵۳۔ ابو طالب القاضی۔ علل الترمذی الكبير - بیروت، لبنان: عالم الکتب، مکتبہ النهضة العربیہ، ۱۴۰۹ھ۔
- ۵۴۔ ابو عوانہ، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (۲۳۰-۳۱۶ھ / ۸۴۵-۹۲۸ء)۔ المسند - بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۹۹۸ء۔
- ۵۵۔ ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصہبانی (۳۳۶-۴۳۰ھ / ۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء - بیروت، لبنان: دارالکتب العربیہ، ۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء۔

- ۵۶- ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مهران اصبہانی (۳۳۶ھ- ۳۳۰ھ/۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ المسند المستخرج علی صحیح مسلم۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء۔
- ۵۷- ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مهران اصبہانی (۳۳۶ھ- ۳۳۰ھ/۹۴۸-۱۰۳۸ء)۔ مسند الامام ابی حنیفہ۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکواثر، ۱۴۱۵ھ۔
- ۵۸- ابو یعلیٰ، احمد بن علی بن ثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۴ء۔
- ۵۹- ابو یعلیٰ، احمد بن علی بن ثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰-۳۰۷ھ/ ۸۲۵-۹۱۹ء)۔ المعجم۔ فیصل آباد، پاکستان: ادارۃ العلوم والاثریہ، ۱۴۰۷ھ۔
- ۶۰- احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/۸۰-۸۵۵ء)۔ فضائل الصحابة۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ۔
- ۶۱- احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/۸۰-۸۵۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔
- ۶۲- احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴-۲۴۱ھ/۸۰-۸۵۵ء)۔ الرد علی الجہمیۃ و الزنادقۃ۔ ریاض، سعودی عرب: ادارات البحوث العلمیۃ و الإفتاء و الدعوة و الإرشاد۔
- ۶۳- ازدی، ربیع بن حبیب بن عمر بصری۔ الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب۔ بیروت، لبنان: دار الحکمیۃ، ۱۴۱۵ھ۔
- ۶۴- اسماعیل حقی، علامہ اسماعیل حقی حقی (۱۱۳۷ھ)۔ تفسیر روح البیان۔ کوئٹہ، پاکستان: مکتبۃ اسلامیہ کوئٹہ۔

- ۶۵۔ باقری، شیخ جعفر محمد علی الباقری۔ البدعة۔ قم، ایران: رابطة الثقافة والعلاقات الإسلامية، ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء۔
- ۶۶۔ بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (۱۹۴-۲۵۶ھ/۸۱۰-۸۷۰ء)۔ الصحيح۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔
- ۶۷۔ برکتی، محمد بن عمیم الاحسان المجددی۔ قواعد الفقه۔ کراچی، پاکستان، الصدق پبلشرز، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء۔
- ۶۸۔ بزار، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰-۲۹۲ھ/۸۲۵-۹۰۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔
- ۶۹۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری (۲۷۹ھ)۔ فتوح البلدان۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ۔
- ۷۰۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبریٰ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔
- ۷۱۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ کتاب الاعتقاد۔ بیروت، لبنان: دار الآفاق المجدید، ۱۴۰۱ھ۔
- ۷۲۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ المدخل إلى السنن الکبریٰ۔ الکویت، دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔
- ۷۳۔ بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ (۳۸۴-۴۵۸ھ/۹۹۴-۱۰۶۶ء)۔ شُعَبُ الايمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔
- ۷۴۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمیٰ (۲۱۰-۲۷۹ھ/

۸۲۵-۸۹۲ء)۔ الجامع الصحيح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی،  
۱۹۹۸ء۔

۵۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سوره بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (۲۱۰-۲۷۹ھ/  
۸۲۵-۸۹۲ء)۔ الجامع الصحيح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۶۔ مہالبی، ابو منصور عبدالملک بن محمد بن اسماعیل الثعالبی (۳۵۰-۴۲۹ھ)۔ ثمار  
القلوب فی المصنّف والمنسوب۔ القاہرہ، دار المعارف، ۱۹۶۵ء۔

۷۔ جرجانی، علی بن محمد بن علی، سید شریف (۷۴۰-۸۱۶ھ)۔ التعریفات۔ کراچی،  
پاکستان: مکتبہ حمادیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۸۔ بھصاص، احمد بن علی الرازی ابو بکر (۳۰۵-۳۷۰ھ)۔ احکام القرآن۔ بیروت،  
لبنان: دار احیاء التراث، ۱۴۰۵ھ۔

۹۔ جوہری، اسماعیل بن حماد الجوهری۔ الصحاح فی اللغة والعلوم۔ بیروت، دار  
المنصرۃ العربیہ۔

۱۰۔ جوینی، ابو المعالی عبد الملک بن عبداللہ بن یوسف (۳۷۸ھ)۔ البرہان فی  
أصول الفقہ۔ المنصورہ، مصر: مطبع الوفاء، ۱۴۱۸ھ

۱۱۔ حارث، الحارث بن اُبی اسامہ/ الحافظ نور الدین الہیثمی (۱۸۶-۲۸۳ھ)۔ مسند  
الحارث (زوائد الہیثمی)۔ المدینۃ المنورۃ، مرکز خدمت السنۃ والسیرۃ النبویہ،  
۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء۔

۱۲۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/۹۳۳-۱۰۱۲ء)۔  
المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/  
۱۹۹۰ء۔

۱۳۔ حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱-۴۰۵ھ/۹۳۳-۱۰۱۲ء)۔

- المستدرک علی الصحیحین۔ مکہ، سعودی عرب: دارالباز للنشر و التوزیع۔
- ۸۴۔ حسینی، ابراہیم بن محمد (۱۰۵۴-۱۱۲۰ھ)۔ البیان و التعریف۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العربی، ۱۴۰۱ھ۔
- ۸۵۔ حصکفی، علامہ الشیخ علاء الدین الحصکفی (۱۰۸۸-۱۶۷۷ء)۔ در مختار علی هامش الرد۔ کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔
- ۸۶۔ حلبی، علی بن برہان الدین (۱۲۰۴ھ)۔ السیرة الحلبیة/ انسان العیون۔ بیروت، لبنان، دارالمعرفہ، ۱۴۰۰ھ۔
- ۸۷۔ حلبی، علی بن برہان الدین (۱۲۰۴ھ)۔ غنیة المستملی شرح منیة المصلی۔ دہلی، انڈیا، مطبع مجبائی۔
- ۸۸۔ حموی، ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ (متوفی: ۶۲۶ھ)۔ المعجم البلدان۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔
- ۸۹۔ حمیدی، ابو بکر عبد اللہ بن زبیر (م ۲۱۹ھ/ ۸۳۴ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المنشی۔
- ۹۰۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲-۲۶۳ھ/ ۱۰۰۲-۱۰۷۱ء)۔ تاریخ بغداد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔
- ۹۱۔ خطیب بغدادی، ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی بن ثابت (۳۹۲-۲۶۳ھ/ ۱۰۰۲-۱۰۷۱ء)۔ موضع اوہام الجمع والتفریق۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔
- ۹۲۔ دارمی، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن (۱۸۱-۲۵۵ھ/ ۷۹۷-۸۶۹ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العربی، ۱۴۰۷ھ۔
- ۹۳۔ دارقطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶-۲۰۶ھ)۔

- ۳۸۵ھ/ ۹۱۸-۹۹۵ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفه، ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء۔
- ۹۲۔ دار قطنی، ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مهدی بن مسعود بن نعمان (۳۰۶۔ ۳۸۵ھ/ ۹۱۸-۹۹۵ء)۔ علل دار قطنی۔ الرياض، سعودی عرب، دار الطیبہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔
- ۹۵۔ ویلی، ابوشجاع شیرویه بن شہردار بن شیرویه بن فناخسرو ہمدانی (۴۳۵-۵۰۹ھ/ ۱۰۵۳-۱۱۱۵ء)۔ الفردوس بمأثور الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔
- ۹۶۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳-۷۴۸ھ)۔ تاریخ الاسلام۔ القاہرہ، مصر: مطبعۃ المدنی۔
- ۹۷۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳-۷۴۸ھ)۔ سیر أعلام النبلاء۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۳ھ۔
- ۹۸۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳-۷۴۸ھ)۔ میزان الاعتدال فی نقد الرجال۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۵ء۔
- ۹۹۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (۶۷۳-۷۴۸ھ)۔ العبر فی خیر من غیرہ۔ مکۃ المکرمۃ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع، ۱۴۰۵ھ۔
- ۱۰۰۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی (۵۲۳-۶۰۶ھ/ ۱۱۴۹-۱۲۱۰ء)۔ التفسیر الکبیر۔ تہران، ایران: دار الکتب العلمیہ۔
- ۱۰۱۔ رامہر مزنی، ابوالحسن حسن بن عبدالرحمن بن خلد (۲۶۰-۳۶۰ھ)۔ المحدث الفاصل بین الراوی والواعی۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۴ھ۔
- ۱۰۲۔ رامہر مزنی، ابوالحسن حسن بن عبدالرحمن بن خلد (۲۶۰-۳۶۰ھ)۔ امثال الحدیث۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۹ھ۔

- ۱۰۳۔ رحلی، الدكتور ابراهيم بن عامر۔ موقف أهل السنة والجماعة من أهل  
الاهواء والبدع۔ مدينة منوره، سعودي عرب: مكتبة العلوم والحكم ۱۴۲۲ھ
- ۱۰۴۔ روياني، ابو بكر في بن هارون (م ۳۰۷ھ)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ،  
۱۴۱۶ھ۔
- ۱۰۵۔ زبيدي، امام محبت الدين ابو فيض السيد محمد مرتضى الحسيني الواسطي الحنفي (۱۱۴۵ھ)۔  
۱۲۰۵ھ/۱۷۳۲-۱۷۹۱ء)۔ تاج العروس من جواهر القاموس۔ بيروت،  
لبنان: دارالفكر، ۱۹۹۳ء/۱۴۱۴ھ۔
- ۱۰۶۔ زرقاني، ابو عبد الله محمد بن عبد الباقي بن يوسف بن احمد بن علوان مصري ازہری  
مالکی (۱۰۵۵ھ-۱۱۲۲ھ/۱۶۴۵-۱۷۱۰ء)۔ شرح الزرقاني على مؤطا الإمام  
مالک۔ بيروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ۔
- ۱۰۷۔ زركشى، علامہ بدر الدين محمد بن عبد الله (۷۹۳ھ)۔ المنشور في القواعد۔  
کویت: وزارة الاوقاف، ۱۴۰۵ھ۔
- ۱۰۸۔ زنجيري، امام جار الله محمد بن عمر بن محمد خوارزمي (۴۲۷-۵۳۸ھ)۔ الكشف عن  
حقائق غوامض التنزيل۔ قاہرہ، مصر: ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء۔
- ۱۰۹۔ زيلعي، ابو محمد عبد الله بن يوسف حنفي (م ۷۶۲ھ)۔ نصب الراية لأحاديث  
الهداياه۔ مصر: دار الحديث، ۱۳۵۷ھ۔
- ۱۱۰۔ سخاوي، الشيخ شمس الدين محمد عبد الرحمن (۹۰۲ھ)۔ القول البديع في الصلاة  
على الحبيب الشفيح۔ مدينة منوره، سعودي عرب: المكتبة العلمیہ،  
۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء۔
- ۱۱۱۔ سخاوي، الشيخ شمس الدين محمد عبد الرحمن (۹۰۲ھ)۔ فتح المغيبي شرح الفية  
الحديث۔ بيروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

- ۱۱۲ - سدوسی، یعقوب بن شیبہ بن الصلت ابو یوسف (۱۸۲-۲۶۸ھ)۔ مسند عمر بن الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۵ھ
- ۱۱۳ - سرہسی، امام شمس الدین (۲۸۳ھ)۔ کتاب المبسوط۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۳۹۸ھ/۸-۱۹۷۷ء۔
- ۱۱۴ - سنوسی، علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی (۸۹۵ھ)۔ مکمل اکمال المعلم۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔
- ۱۱۵ - سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۳۵-۱۵۰۵ء)۔ الجامع الصغیر فی أحادیث البشیر النذیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔
- ۱۱۶ - سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۳۵-۱۵۰۵ء)۔ تاریخ الخلفاء۔ بغداد، عراق: مکتبۃ الشرق الجدید۔
- ۱۱۷ - سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۳۵-۱۵۰۵ء)۔ الإشباه والنظائر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ۔
- ۱۱۸ - سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۳۵-۱۵۰۵ء)۔ شرح السنن ابن ماجہ۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔
- ۱۱۹ - سیوطی، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ/۱۴۳۵-۱۵۰۵ء)۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی۔ سعودی عرب: مکتبۃ الرياض الحدیثہ

- ۱۲۰۔ سیوطی، امام جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان السیوطی، (۸۴۹-۹۱۱ھ / ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ الدبیاج علی صحیح مسلم بن الحجاج۔ بیروت، لبنان: شرکتہ دارالآرقم بن ابی الآرقم۔
- ۱۲۱۔ سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ / ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ الحاوی للفتاویٰ۔ لاکھپور، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔
- ۱۲۲۔ سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ / ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ حسن المقصد فی عمل المولد۔ بیروت لبنان: دارالکتب العلمیۃ (۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء)۔
- ۱۲۳۔ سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹-۹۱۱ھ / ۱۴۴۵-۱۵۰۵ء)۔ تنویر الحوالک شرح موطا مالک۔ مصر: مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء۔
- ۱۲۴۔ سہارنپوری، احمد علی سہارنپوری (۱۲۹۷ھ)۔ حاشیہ بخاری۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء۔
- ۱۲۵۔ شاشی، ابوسعید بیثم بن کلیب بن شریح (م ۳۳۵ھ / ۹۴۶ء)۔ المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۱۰ھ۔
- ۱۲۶۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ اللخمی الشاطبی (۹۰ھ)۔ الاعتصام۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفۃ، ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۲ء۔
- ۱۲۷۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ اللخمی الشاطبی (۹۰ھ)۔ المواہقات فی اصول الشریعہ۔ قاہرہ، مصر مطبع المدنی، ۱۹۶۹ء۔
- ۱۲۸۔ شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی، (متوفی: ۱۱۷۴ھ / ۱۷۶۲ء)۔ ازالۃ الخفاء عن

- خلافة الخلفاء۔ قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی۔
- ۱۲۹۔ شبیر احمد عثمانی، (۱۳۶۹ھ/۱۹۴۹ء)۔ فتح الملہم بشرح صحیح مسلم۔  
کراچی، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔
- ۱۲۹۔ شربنی، الشیخ محمد الشربنی الخطیب، (۹۷۷ھ)۔ مغنی المحتاج الی معرفة  
معانی الفاظ المنہاج۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۲ھ/  
۱۹۸۲ء۔
- ۱۳۰۔ شروانی، الشیخ عبدالحمید۔ حواشی الشروانی۔ دار صادر۔
- ۱۳۱۔ شعرانی، ابو العمران عبدالوہاب بن احمد بن علی ال الشافعی المصری المعروف  
باشعرائی، (۸۹۸-۹۷۳ھ)۔ البواقیت و الجواہر فی بیان عقائد الاکابر۔  
بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء۔
- ۱۳۲۔ شمس الحق، محمد شمس الحق عظیم آبادی أبوطیب۔ عون المعبود شرح سنن ابی  
داؤد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ۔
- ۱۳۳۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (۱۱۷۳-۱۲۵۰ھ/۱۷۶۰-۱۸۳۳ء)۔ نیل الاوطار  
شرح منتقى الاخبار۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء۔
- ۱۳۴۔ شہرستانی، ابو الفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر أحمد (۴۷۹-۵۴۸ھ)۔ الملل  
والنحل۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ، ۲۰۰۱ء۔
- ۱۳۵۔ شیبانی، ابوبکر احمد بن عمرو بن شحاک بن مخلد (۲۰۶-۲۸۷ھ/۸۲۲-۹۰۰ء)۔  
الاحاد و المثانی۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔
- ۱۳۶۔ صالحی شامی، ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (۹۴۲ھ/  
۱۵۳۶ء)۔ سبل الہدی والرشاد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/  
۱۹۹۳ء۔

- ۱۳۷۔ صنعانی، محمد بن اسماعیل امیر (۷۷۳-۸۵۲ھ)۔ سبیل السلام شرح بلوغ المروم۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۷۹ھ۔
- ۱۳۸۔ طاہر القادری، ڈاکٹر محمد۔ عرفان القرآن۔ لاہور، پاکستان: منہاج القرآن پبلی کیشنز۔ ۱۳۲۶ھ/۲۰۰۵ء۔
- ۱۳۹۔ طاہر پٹنی، علامہ محمد طاہر پٹنی (۹۸۶ھ)۔ مجمع بحار الانوار۔ کھنؤ۔ انڈیا: مطبع مثنیٰ نولکشور۔
- ۱۴۰۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ مسند الشامیین۔ بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالہ، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء۔
- ۱۴۱۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم الاوسط۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔
- ۱۴۲۔ طبرانی، سلیمان بن احمد (۲۶۰-۳۶۰ھ/۸۷۳-۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔
- ۱۴۳۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/۸۳۹-۹۲۳ء)۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔
- ۱۴۴۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/۸۳۹-۹۲۳ء)۔ تاریخ الامم والملوک۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔
- ۱۴۵۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴-۳۱۰ھ/۸۳۹-۹۲۳ء)۔ تہذیب الآثار۔ مصر، القاہرہ: مطبعتہ المدنی۔
- ۱۴۶۔ طحاوی، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹-۳۲۱ھ/۸۵۳-۹۳۳ء)۔ شرح معانی الآثار۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۳۹۹ھ۔
- ۱۴۷۔ طحاوی، احمد بن محمد طحاوی (۱۲۳۱ھ)۔ حاشیہ طحطاوی علی مراقی

- الفلاح - مصر: مطبع مصطفى البابی، ۱۳۵۶ھ -
- ۱۳۸ - طیاسی، ابو داؤد سلیمان بن داؤد جارود (۱۳۳-۲۰۴ھ/۵۱-۷۸۱ء) - المسند - بیروت، لبنان: دار المعرفہ -
- ۱۳۹ - عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸-۱۰۵۲ھ/۱۵۵۱-۱۶۲۲ء) - أشعة اللمعات - سکر، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ، ۱۹۷۶ء -
- ۱۵۰ - عبدالحی احمد العکری الدمشقی، (۱۰۸۹ھ) - شذرات الذهب فی أخبار من ذهب - بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ -
- ۱۵۱ - عبد الرزاق، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی (۱۲۶-۲۱۱ھ/۷۴۳-۸۲۶ء) - المصنف - بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ -
- ۱۵۲ - عبدالقادر جیلانی، ابو صالح شیخ عبدالقادر بن موسیٰ بن عبداللہ الجیلانی البغدادی (۲۷۰-۵۶۱ھ) - غنیة الطالبین - بیروت، لبنان: المکتبۃ الثقافیۃ -
- ۱۵۳ - عبد القاهر بغدادی - الفرق بین الفرق - بیروت، لبنان: دار المعرفۃ -
- ۱۵۴ - عجونی، ابو الفداء اسماعیل بن محمد بن عبد البہادی بن عبد الغنی جراحی (۱۰۸۷-۱۱۶۲ھ/۱۶۷۶-۷۴۹ء) - كشف الخفا و مزیل الإلباس عما اشتهر من الأحادیث علی السنة الناس - بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ -
- ۱۵۵ - عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/۷۷۳-۸۵۲ھ) - الاصابہ فی تمييز الصحابہ - بیروت، لبنان: دار الجیل، ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء -
- ۱۵۶ - عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/۷۷۳-۸۵۲ھ) - تلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الكبير - المدینة المنورة، سعودیہ: ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۳ء -

- ۱۵۷۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/۱۳۷۲-  
۱۴۴۹ء)۔ فتح الباری بشرح صحیح البخاری۔ لاہور، پاکستان: دارنشر  
الکتب الاسلامیہ، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء۔
- ۱۵۸۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/  
۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ تعلیق التعلیق علی صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان:  
المکتب الاسلامی + عمان + اردن: دارنمار، ۱۴۰۵ھ۔
- ۱۵۹۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/  
۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ لسان المیزان۔ بیروت، لبنان، مؤسسة الأعلمی  
المطبوعات، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء۔
- ۱۶۰۔ عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (۷۷۳-۸۵۲ھ/  
۱۳۷۲-۱۴۴۹ء)۔ تہذیب التہذیب۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۴۰۴ھ/  
۱۹۸۴ء۔
- ۱۶۱۔ علوی المالکی، السید محمد بن علوی المالکی الحسینی (۱۳۲۵ھ/۲۰۰۴ء)۔ مفہیم یجب  
ان تصحیح۔ ابو ظہبی: دار الفجر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔
- ۱۶۲۔ عینی، بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود  
(۷۶۲-۸۵۵ھ/۱۳۶۱-۱۴۵۱ء)۔ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔  
بیروت، لبنان: دارالفکر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء۔
- ۱۶۳۔ غامدی، سعید بن ناصر الغامدی۔ حقیقۃ البدعة و أحكامہا۔ ریاض، سعودی  
عرب: مکتبۃ الرشید، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء۔
- ۱۶۴۔ غزالی، حجت الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ إحياء علوم الدين۔ مصر:  
مطبعہ عثمانیہ، ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء۔

- ۱۶۵- فراہیدی، خلیل بن احمد (۷۸۶ھ)۔ کتاب العین۔ دار الرشید للنشر۔
- ۱۶۶- قرافی، علامہ شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادريس بن عبدالرحمن الصنهاجی (۶۸۴ھ)۔ انوار البروق فی انوار الفروق۔ بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔
- ۱۶۷- قرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابو بکر بن فرح (۶۷۱ھ)۔ الجامع لأحكام القرآن والمبين لما تضمن من السنة وآي الفرقان۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
- ۱۶۸- قسطلانی، ابو العباس شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی (۹۲۳ھ)۔ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری۔ مصر: دار الفکر، ۱۳۰۴ھ۔
- ۱۶۹- قضاعی، ابو عبد اللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م ۲۵۴ھ/۱۰۶۲ء)۔ مسند الشہاب۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء۔
- ۱۷۰- کاندھلوی، محمد زکریا کاندھلوی (۱۳۵۱ھ/۱۴۰۲ھ)۔ أوجز المسالك الى مؤطا مالک۔ ملتان، پاکستان: ادارہ تالیفات اشرفیہ۔
- ۱۷۱- کرمانی، علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی الکرمانی (۷۹۲ھ)۔ الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۵۶ھ/۱۹۷۳ء۔
- ۱۷۲- کنانی، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل (۷۶۲-۸۴۰ھ)۔ مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجه۔ بیروت، لبنان: دار العربیۃ، ۱۴۰۳ھ۔
- ۱۷۳- لاکاٹی، ھبۃ اللہ بن الحسن بن منصور (۴۱۸ھ)۔ شرح أصول إعتقاد أهل السنه و الجماعة من الكتاب والسنة وإجماع الصحابة۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔
- ۱۷۴- لوئس معلوف، (۱۸۶۷-۱۹۴۶ء/۱۲۸۳-۱۳۶۵ھ)۔ المنجد فی اللغة۔

- بیروت، لبنان: دارالمشرق، ۱۹۷۳ء۔
- ۱۷۵۔ مالک، ابن انس بن مالک رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ (۹۳-۱۷۹ھ/۱۲-۷۹۵ء)۔ الموطا۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء۔
- ۱۷۶۔ ماوردی، علی بن محمد بن حبیب البصری رضی اللہ عنہ (۲۵۰ھ)۔ الاحکام السلطانیہ والولايات الدينية۔ مصر، مکتبہ التوفیقیہ۔
- ۱۷۷۔ مبارکپوری، محمد عبدالرحمان بن عبدالرحیم ابوالعلا المبارکپوری (۱۲۸۳-۱۳۵۳ھ)۔ تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ۔
- ۱۷۸۔ محبت طبری، ابو جعفر احمد بن عبداللہ بن محمد بن ابی بکر بن محمد بن ابراہیم (۶۱۵-۶۹۲ھ/۱۲۱۸-۱۲۹۵ء)۔ الرياض النضرة فی مناقب العشرة۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۶ء۔
- ۱۷۹۔ مروزی، محمد بن نصر بن الحجاج، ابو عبداللہ (۲۰۲-۲۹۴ھ)۔ السنہ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، ۱۴۰۸ھ۔
- ۱۸۰۔ مزنی، ابو الحجاج یوسف بن زکی عبدالرحمن بن یوسف بن عبدالملک بن یوسف بن علی (۶۵۴-۷۴۲ھ/۱۲۵۶-۱۳۴۱ء)۔ تہذیب الکمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔
- ۱۸۱۔ مسلم، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶-۲۶۱ھ/۸۲۱-۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
- ۱۸۲۔ مقدسی، شیخ ضیاء الدین ابو عبداللہ محمد بن عبد الواحد بن عبد الرحمان رضی اللہ عنہ (۵۶۷-۶۴۳ھ)۔ الاحیاء المختارة۔ مکتبہ المکرّمۃ، مکتبۃ النهضة، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔
- ۱۸۳۔ مقدسی، محمد بن عبد الواحد رضی اللہ عنہ (م ۶۴۳ھ)۔ الاحادیث المختارہ۔ فضائل بیت

- المقدس - شام: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ -
- ۱۸۴ - مقرئ، ابو عمر و عثمان بن سعيد المقرئ الدانی (۳۷۱-۳۴۴ھ) - السنن الواردة في الفتن - الرياض، دارالعاصمۃ، ۱۴۱۶ھ -
- ۱۸۵ - ملا علی قاری، نور الدین بن سلطان محمد ہروی حنفی (م ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۶ء) - مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح - بمبئی، بھارت، اصح المطابع -
- ۱۸۶ - مناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (۹۵۲-۱۰۳۱ھ/ ۱۵۴۵-۱۶۲۱ء) - فیض القدیور شرح الجامع الصغیر - مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، ۱۳۵۶ھ -
- ۱۸۷ - منذری، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (۵۸۱-۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵-۱۲۵۸ء) - الترغیب والترہیب من الحدیث الشریف - بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ -
- ۱۸۸ - نسائی، احمد بن شعیب النسائی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء) - السنن - بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء -
- ۱۸۹ - نسائی، احمد بن شعیب النسائی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء) - السنن الكبرى - بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۱ء -
- ۱۹۰ - نسائی، احمد بن شعیب النسائی (۲۱۵-۳۰۳ھ/ ۸۳۰-۹۱۵ء) - عمل اليوم والليلة - بیروت، لبنان: مؤسسة الرسالۃ، ۱۴۰۷ھ -
- ۱۹۱ - نسعی، امام عبداللہ بن محمود بن احمد انسٹی (۷۱۰ھ) - مدارک التنزیل وحقائق التاویل - بیروت، لبنان، دار احیاء التراث العربی -
- ۱۹۲ - نعیم بن حماد، ابو عبداللہ المروزی (م: ۲۸۸ھ) - الفتن - قاہرہ، مصر: مکتبۃ التوحید، ۱۴۱۲ھ -
- ۱۹۳ - نووی، ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام

(۶۳۱-۶۷۷ھ/۱۲۳۳-۱۲۷۸ء)۔ تہذیب الاسماء واللغات۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ۔

۱۹۴۔ نووی، ابو زکریا، یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (۶۳۱-۶۷۷ھ/۱۲۳۳-۱۲۷۸ء)۔ شرح صحیح مسلم۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء۔

۱۹۵۔ نیشاپوری، محمد بن عبد اللہ بن حمدویہ الحاکم ابو عبد اللہ (۳۲۱-۴۰۵ھ)۔ المدخل الی الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۴ھ۔

۱۹۶۔ وادایشی، عمر بن علی بن احمد الوادایشی الاندلسی (۲۳۳-۸۰۴ھ)۔ تحفة المحتاج الی ادلة المنہاج۔ مکتۃ المکرمیۃ، دارحراء، ۱۴۰۶ھ۔

۱۹۷۔ وشتانی، امام ابو عبد اللہ محمد خلفۃ الوشتانی (۸۲۷ھ أو ۸۲۸ھ)۔ إكمال إكمال المعلم شرح صحیح مسلم۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ۔

۱۹۸۔ وحید الزمان، (۱۳۲۷ھ)۔ ہدیۃ المہدی۔ فیصل آباد، پاکستان: چشتی کتب خانہ، ۱۹۸۷ء۔

۱۹۹۔ بیہقی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۳۵۷-۸۰۷ھ/۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دارالریان للتراث + بیروت، لبنان: دارالکتب العربی، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔

۲۰۰۔ بیہقی، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۳۵۷-۸۰۷ھ/۱۳۳۵-۱۴۰۵ء)۔ موارد الظمان الی زوائد ابن حبان۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ۔

۲۰۱۔ ہندی، حسام الدین، علاء الدین علی متقی (م ۹۷۵ھ)۔ کنز العمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۳۹۹/۱۹۷۹ء۔

۲۰۲۔ یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح اکاتب العباسی (۲۸۷ھ/۸۹۷ء)۔ التاریخ۔ بیروت، لبنان: دارصادر۔